16.87

عظیم لوگوں کے
عظیم مکالمات

غلام مصطفیٰ القادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

16

عظیم لوگوں کے عظیم مکالمات

تالیف

علی احمد باکثیر

مترجم

غلام مصطفٰی القادری

استاذ، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بادامی باغ۔ لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

85108

نام کتاب : عظیم لوگوں کے عظیم مکالمات
تالیف : علی احمد باکثیر
مترجم : غلام مصطفیٰ القادری
تعداد : ایک ہزار
سال اشاعت : جون 2006
ناشر : ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ : 1Z236
قیمت : 6/ [redacted] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون: 021-221201-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212
e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

[stamp]

فہرست مضامین

عرض ناشر	4
اللہ تعالیٰ سے ملاقات	5
بیتِ عتیق	19
پہلا مشرک	36
غار والے	52
چھوٹی دیوار	67
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی	80
عظیم امام	96
عدل وانصاف	107

Marfat.com

عرض ناشر

انسان اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے مختلف اسلوب اختیار کرتا ہے۔ شاعر اپنے تخیلات کو شاعری کا لبادہ اوڑھتا ہے۔ ادیب اپنے افکار کو ادب کا جامہ پہناتا ہے۔ مقرر اپنے خیالات پر شستہ بیانی کا رنگ چڑھاتا ہے۔ ان اسالیب میں ایک اسلوب مکالمہ بازی بھی ہے۔ جو گفتگو کا بڑا حسین اور مؤثر انداز ہے اور متکلم و مخاطب پر ایک گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔ اسی تاثیر کا لحاظ کرتے ہوئے علامہ احمد علی باکثیر مصری نے "ھکذا لقی اللہ عمر" میں تاریخ کے چند درخشندہ واقعات، جن کا اخلاقیات سے گہرا تعلق ہے، کو مکالمہ کی شکل میں تحریر کر کے ہمارا رابطہ ماضی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب زندگی سے چند یادداشتوں کو بڑی خوبصورت اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ اردو کے قالب میں اس کتاب کو جناب غلام مصطفیٰ القادری صاحب (استاذ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ لاہور) نے "عظیم لوگوں کے عظیم مکالمات" کے عنوان سے ڈھالا ہے۔ موصوف نے اس خوبصورت انداز سے ترجمہ کیا ہے کہ عربی بلاغت اور اسلوب بیان کی شائستگی اور روانی بھی برقرار رہے اور دلکشی و چاشنی بھی موجود رہے۔ امید ہے ادبی حلقے اسے سراہیں گے اور یہ ایک مفید اضافہ ثابت ہوگی۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

Marfat.com

اللہ سے ملاقات

بنو امیہ کا ایک ایسا روشن ستارہ، جس کی وفات پر شاہ روم نے گلوگیر آواز میں کہا تھا۔

"اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہوتے۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانہ میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا ہو۔" (تاریخ اسلام: ۵۳۶)

Marfat.com

1۔ رب سے ملاقات

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بستر مرض پر ہیں۔ نزع کا عالم ہے۔ آپ کے پاس آپ کی شریک حیات فاطمہؒ اور بہنوئی مسلمہ بن عبدالملک بیٹھے ہوئے ہیں)

مسلمہ: امیر المومنین! آپ کو یاد ہے کہ اس دن آپ کو یخنی کس نے پلائی تھی؟

عمر: نہیں۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں نے کچھ پیا تھا۔ پگھلے ہوئے سیسہ کی سی کوئی چیز پی تھی۔

فاطمہ: امیر المومنین کو میرے اور آپ کے خادم غصین کے علاوہ اور کون پلا سکتا ہے۔

عمر: نہیں، نہیں فاطمہ! اسے مجھ سے محبت ہے اور مجھے اس سے محبت ہے۔

مسلمہ: امیر المومنین! شاید کسی نے اسے پلانے کے لیے دی ہو؟

عمر: مسلمہ! جس بات کا تجھے علم نہیں وہ مت کہو۔

مسلمہ: اس دن غلام کی کھسر پھسر سے مجھ شک ہوا ہے۔

فاطمہ: ہاں، غصین واپس نہیں آیا جیسا کہ پہلے آجاتا تھا۔

عمر: سبحان اللہ! وہ اپنے آقا کی بیماری کی وجہ سے غمگین ہوگا۔ تمہیں میری زندگی کی قسم اس پر تہمت نہ لگاؤ۔

مسلمہ: امیر المومنین! ایسی کوئی بات نہیں، اور نہ ہی ہم اس پر کوئی بہتان باندھ رہے ہیں۔

Marfat.com

عمر: ممکن ہے اس نے تمہارے دل میں کھٹکنے والی بات محسوس کر لی ہو اور اس سے اس پر خوف طاری ہو گیا ہو۔ فاطمہ! اسے میرے پاس لیکر آؤ۔ شاید میں اس کے دل کے اضطراب کو دور کر سکوں۔

عمر: مسلمہ! یہ قضا ہے...... (فاطمہ باہر نکلتی ہے) اسی نے مجھے پلایا ہے تاکہ اللہ اپنا حکم پورا کرے جو اٹل ہے۔

مسلمہ: امیر المومنین! اگر آپ کی طبیعت پر گرانی مجھے ناگوار نہ گزرتی تو میں آپ سے بحث کرتا۔

عمر: جھگڑا نہ کرو۔ جھگڑا اور تلخ نوائی میرے نزدیک ناپسندیدہ ترین چیزیں ہیں۔

فاطمہ: (واپس آتی ہے) یہ ہے غصین۔ امیر المومنین!

عمر: آؤ۔ غصین! کیا تم مجھے غصین کے ساتھ تنہائی دو گے؟

مسلمہ: امیر المومنین! ضرور، بڑی خوشی کے ساتھ۔ (مسلمہ اور فاطمہ باہر نکلتے ہیں)

عمر: غصین! ڈرو نہیں۔ ادھر میرے قریب آؤ۔ کیا تم میرا حال دریافت نہیں کرو گے؟

غصین: (ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے) امیر المومنین! آج آپ کا کیا حال ہے؟

عمر: الحمد للہ! آج میں دنیا کی نسبت آخرت کو اپنے زیادہ قریب پاتا ہوں۔

غصین: (آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے) امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

Marfat.com

عمر: بھئی غصین! تم رو کیوں رہے ہو؟

غصین: کاش! آپ کی جگہ میں بیمار ہوتا۔

عمر: ہم میں سے ہر ایک کی مدت مقرر ہے اور اس سے کوئی تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں اپنے کریم رب کے ہاں حاضر ہونے والا ہوں۔ سو چاہتا ہوں کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ میرے خوف کی وجہ سے کسی خیر و بھلائی سے محروم نہ رہے۔ غصین! تم مجھے دوست نہیں رکھتے؟

غصین: امیر المومنین! کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم

عمر: کیا تم میری ان زیادتیوں کو معاف کر دو گے جو کبھی کبھار بے خبری میں تمہارے ساتھ ہو جایا کرتی ہیں؟

غصین: امیر المومنین! مہربانی فرما کر شرمندہ نہ کریں۔ مجرم تو میں ہوں آپکا۔ آپ تو محسن اور مہربان ہیں۔ میں تو برباد ہو گیا، تباہ ہو گیا ہمیشہ کے لئے!

عمر: صبر سے کام لو۔ اپنے لیے بد دعا نہیں کرنا چاہئے۔

غصین: امیر المومنین! مجھے مار ڈالیں۔ آپ حکم دیں کہ وہ مجھے قتل کر دیں کیونکہ میں قتل کے ہی لائق ہوں۔

عمر: خاموش! اپنی آواز کو دھیما رکھو وہ سن نہ لیں۔

غصین: امیر المومنین! جب آپ اتنے بڑے جرم کو معاف کر دیں گے تو مجھے ان کی کوئی پروا نہیں ہو گی۔

عمر: آہستہ بولو، میرے لیے آواز کو دھیما رکھو۔

غصین: (دھیمی آواز سے) مجھے معاف کر دیں۔ امیر المومنین! مجھے معاف کر دیں۔

Marfat.com

عمر: معاف تو اللہ وحدہ کی ذات کرنے والی ہے لیکن میں اپنا حق معاف کر سکتا ہوں اور تم سے درگزر کر سکتا ہوں بشرطیکہ تم میری ایک بات کی تصدیق کرو۔

غصین: امیر المومنین! قسم بخدا! میں آپ کی ہر بات کی تصدیق کرونگا اور آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔

عمر: آہستہ بولو۔

غصین: (آواز آہستہ کرتا ہے) میں ہی وہ بدبخت، ناعاقبت اندیش ہوں جس نے یخنی میں زہر ملایا تھا۔

عمر: غصین! جس دن تم نے مجھے پلائی تھی مجھے اسی دن سے علم ہے۔

غصین: آپ کو علم تھا تو پھر آپ نے آج ہی کیوں بات کی؟

عمر: اگر مجھے تم سے محبت اور تیرے بارے میں قیامت کے دن اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو میں اب بھی تم سے بات نہ کرتا۔

غصین: امیر المومنین! مجھے اپنے کیے کا اعتراف ہے کیا میری بخشش ہو سکتی ہے؟

عمر: غصین! تیرے شرمندہ ہونے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تیری توبہ کو شرف قبولیت بخشے گا۔

غصین: اور اس لیے آپ نے مجھ سے بات کی ہے؟

عمر: ہاں۔ تجھے کس نے ورغلایا؟

غصین: لالچ۔ امیر المومنین!

عمر: کیا اس کے بدلے میں تجھے کچھ دیا گیا ہے؟

غصین: ہاں۔ میں آپ کو اس کے بارے میں ضرور بتاؤنگا جس نے مجھے لالچ دیا ہے۔

Marfat.com

عمر: نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بتاؤ کہ اس نے تمہیں کتنا مال دیا ہے؟

غصین: امیر المومنین! ہزار دینار۔

عمر: اور تو نے تمام وصول کر لیے ہیں؟

غصین: نہیں۔ امیر المومنین! اتنے...... اتنے......

عمر: یہاں تک کہ میں مر جاؤں؟

غصین: ہاں۔ ہائے میں برباد ہو گیا۔

عمر: میں مر گیا تو وہ تمہیں ہرگز کچھ نہیں دیں گے اور ممکن ہے کہ تمہیں راز فاش ہونے کے خدشے سے قتل کر دیں۔ غصین! آیا تم اپنا بھلا چاہتے ہو اس طرح کہ دنیا کی سزا سے بھی بچ جاؤ اور آخرت کے عذاب سے بھی نجات پا جاؤ؟

غصین: امیر المومنین! وہ کیسے؟ مجھے بتایئے

عمر: اسی وقت اپنے صاحب کے پاس جاؤ اور اس سے پورے دینار وصول کرو اور پھر فوراً میرے پاس واپس آؤ۔

غصین: امیر المومنین! جیسے آپ کی مرضی

عمر: اس سے کہو کہ اگر تم نے پورے دینار نہ دیے تو تمہارا نام بتا دونگا۔ وہ اس سے ڈر جائیگا اور تمہیں دے دیگا۔ ابھی جاؤ۔

غصین: ضرور امیر المومنین! اے معزز و مکرم انسان (نکلنے لگتا ہے)

عمر: غصین! ٹھہرو اپنی آنکھوں سے یہ آنسو پونچھ لو۔ اور کسی کو مت بتانا۔ یہ میرے اور تمہارے درمیان راز ہے۔

غصین: (اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتا ہے) ہائے میں برباد ہو گیا۔

عمر: اگر تم سے کوئی پوچھے تو بتا دینا کہ امیر المومنین کے کسی اہم کام کے لیے

Marfat.com

جارہا ہوں۔

اب جاؤ۔

(غصین باہر نکلتا ہے)

عمر: (زیر لب بولتے ہیں) اللہ اپنے بندے غصین کی مغفرت فرمائے۔

مسلمہ: غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا ہے؟ (مسلمہ اور فاطمہ داخل ہوتے ہیں)

عمر: ہاں اپنے ایک دوست کے پاس مجھے امانت یاد آگئی اسے وہ لینے کے لیے بھیجا ہے۔

فاطمہ: امانت؟

عمر: فاطمہ! میرے قریب آؤ۔ مجھے تم سے ایک راز کی بات کرنی ہے جو بڑی دیر سے میرے دل میں کھٹک رہی ہے۔

مسلمہ: (نکلنے لگتا ہے) امیر المومنین! اب اپنی زوجہ محترمہ سے بات کرلیں۔ مجھے اجازت دیں؟

عمر: بھائی! آپ بھی ٹھہریں۔ وہ آپ کی بہن ہے۔ اور آپ کا موجود ہونا زیادہ بہتر ہے۔ فاطمہ! میری بات غور سے سنو۔

فاطمہ: امیر المومنین! میری جان آپ پر قربان ہو۔ فرمائیے!

عمر: تمہیں اپنا وہ زیور اور جواہرات یاد ہیں جو ہم نے بیت المال میں امانتاً رکھوائے تھے؟

فاطمہ: امیر المومنین! مجھے ان کے بارے میں تسلی ہے۔ انہیں کیا ہوا؟

عمر: وہ محفوظ ہیں اور ان پر تمہارا نام درج ہے۔ بیت المال نے ضائع نہیں کیے۔ میں جانتا ہوں کہ میرے بعد جو خلیفہ آئیگا وہ تمہیں ہرگز واپس نہیں کریگا۔ اگر تم واپس لینا چاہتی ہو تو تم اس کا حق رکھتی ہو۔

Marfat.com

مسلمہ: ہاں، فاطمہ یہ تمہارا حق ہے اور تم اس کی حقدار بھی ہو۔

فاطمہ: امیر المومنین! جب آپ اجازت دیتے ہیں تو میں لے لیتی ہوں او انہیں غرباء اور یتیموں پر صدقہ کر دیتی ہوں۔

عمر: فاطمہ! تونے بہت اچھی بات کہی ہے خدا کی قسم میں دنیا کے مال سے تسلی پا کر جاؤنگا۔ میرے وہی بیوی بچے ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہو کہ وہ قیامت کے روز اپنی نیکی اور پارسائی کی بدولت میری شفاعت کریں گے۔

فاطمہ: ابو عبدالمالک! بلکہ ہم سب کی تو آپ سفارش کریں گے۔

عمر: نہیں فاطمہ! تم زاھد ہو اس طرح کہ تم اس زیب و زینت اور مال و متاع سے دور رہی ہو جس پر عورتوں کے دل مچل اٹھتے ہیں۔ تم میری نسبت زیادہ پرہیزگار ہو، اسی طرح میرا بیٹا عبدالمالک۔ اللہ اس پر رحم فرمائے اور اسے اپنی عافیت میں رکھے۔ کیونکہ وہ بھی بڑا پرہیزگار ہے حالانکہ وہ ابھی عالم شباب میں ہے۔

مسلمہ: واللہ: امیر المومنین! یہ آپ کی عمدہ تربیت کی بدولت ہی صالح ہیں۔

عمر: (مسلمہ سے فاطمہ کی طرف منہ پھیرتے ہیں) فاطمہ! مجھے ایک بات اور بھی کرنی ہے۔

فاطمہ: امیر المومنین! وہ کیا ہے؟

عمر: منصب خلافت نے ایک عرصہ تک مجھے مصروف رکھا اور میں تمہارے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر سکا۔ کیا اتنی گنجائش ہے کہ میری کوتاہی کو معاف کر دو۔

فاطمہ: (روتی ہے) ابو عبدالمالک! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا مجھ سے یہی

Marfat.com

بات کرنا تھی؟ میں تو اس خدمت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اور دار آخرت میں کامیابی اور سرخروئی کی امیدوار ہوں۔ اور اگر آپ مسلمانوں کی خیر و بھلائی اور فلاح و بہبود میں مشغول رہے ہیں تو کیا ہوا، شروع میں ہماری بھی تو بڑی دیکھ بھال کی ہے۔

ر: ہاں، فاطمہ! میں اسی طرح رہنا چاہتا تھا۔ اگر تمہارا بھائی سلیمان مجھے خلافت کا طوق نہ ڈالتا۔

لمہ: امیر المومنین! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ کے نزدیک میرے بھائی کا اس سے بڑھ کر کوئی نیک عمل ہو۔ خدا کی قسم آپ نے اللہ کو راضی اور مسلمانوں کو خوش کیا ہے اور ہم آل مروان کے چہروں کو روشن کر دیا ہے۔

ر: مسلمہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ تو قیامت کے روز ہو گا جس دن کچھ چہرے روشن ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے۔ اور آل مروان تو مجھ سے ناراض ہیں۔

سلمہ: وہ آپ کی بعض سختیوں کی وجہ سے ناراض ہیں۔ بعد میں وہ آپ پر فخر کیا کریں گے۔

مر: یہ جاہلوں کی جہالت کا تکبر اور غرور ہے براہو ان کا خدا کی قسم میں روز قیامت ان پر حجت قائم کروں گا۔

مسلمہ: بجا فرمایا۔ اگر آپ چاہیں تو امیر المومنین! آپ اپنے مخالفین سے قصاص لیں اگر کوئی ہے تو۔

عمر: مسلمہ! چپ رہو اور مجھے چکر مت دو۔ بنو مروان میں میرا کوئی دشمن ہے نہ کسی قوم میں میرا کوئی مخالف ہے۔ کیا مجھے پریشان کرنا چاہتے ہو؟ امیر المومنین! معاذ اللہ۔ میں تو صرف آپ کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

Marfat.com

فاطمہ: میرے بھائی کو معاف فرمادیں۔امیر المومنین! آپ سے محبت رکھتا ہے۔

عمر: فاطمہ! مجھے بھی اس سے محبت ہے اور اس کے اللہ کی راہ میں جہاد او عمدہ صبر و آزمائش کی قدر کرتا ہوں۔

(غصین دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے)

فاطمہ: امیر المومنین! یہ غصین آیا ہے۔

عمر: غصین! آجاؤ۔

(ایک بڑی تھیلی اٹھائے غصین اندر داخل ہوتا ہے)

عمر: غصین! امانت لے آئے ہو؟

غصین: ہاں۔امیر المومنین!

عمر: میں ایک مرتبہ پھر تنہائی چاہتا ہوں۔کیا تم......؟

مسلمہ: جیسے آپ کی مرضی۔امیر المومنین! (مسلمہ اور فاطمہ باہر نکلتے ہیں)

عمر: میرے قریب آؤ اور اپنی آواز کو دھیما رکھنا۔کیا یہ پورے ہزار دینار ہیں؟

غصین: ہاں۔امیر المومنین!

عمر: غصین! میں چاہوں تو یہ دینار تمہارے پاس چھوڑ سکتا ہوں اگر قیامت کے دن تمہارے آگ میں جلنے کا خوف نہ ہو تو۔کیا تم اپنی لیے خیر و بھلائی چاہتے ہو؟ چاہتے ہو تو میں انہیں بیت المال میں واپس لوٹا دیتا ہوں۔

غصین: امیر المومنین! جو آپ بہتر خیال کرتے ہیں، کریں۔اللہ کی قسم مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ان کی وجہ سے ہی تو میں دنیا کا مبغوض ترین انسان بن گیا ہوں۔

Marfat.com

عمر: غصین: اللہ تجھے برکت دے۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ وہ تیری توبہ کو قبول فرمائے۔ اب جاؤ۔ اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کے نام پر تم میری طرف سے آزاد ہو۔

غصین: (روتا ہے) امیر المومنین! کیا آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں؟

عمر: ہاں۔ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ، کسی ایسی جگہ جہاں کوئی تمہیں پہچانتا نہ ہو۔

غصین: امیر المومنین! کیا آپ کے پاس آپ کی خدمت کے لیے نہ رہوں؟

عمر: بھئی غصین! ایک قریب المرگ آدمی کی تم کیا خدمت کرو گے۔ اگر شام کو ہوں تو صبح کا معلوم نہیں۔ اگر صبح کو ہوں تو شام کا پتا نہیں، زندہ رہتا ہوں کہ نہیں۔

غصین: بلکہ امیر المومنین! اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

عمر: بھائی! اب جاؤ اور ان کے پاس مت ٹھہرنا ورنہ یہ تمہیں قتل کر دیں گے۔

مسلمہ: امیر المومنین! معاف کرنا۔ اس غلام کو اس کے جرم کی سزا دیے بغیر یوں بری کرنا مناسب نہیں۔ (غلام کو کلائی سے پکڑتا ہے)

عمر: (ناراض ہوتے ہوئے) ابن عبدالمالک! برا ہو تمہارا۔ ہماری گفتگو کو تم نے سن لیا ہے؟

مسلمہ: نہیں۔ رب کی قسم۔ امیر المومنین! لیکن آپ کی اور اس کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی ہے۔

فاطمہ: (اندر داخل ہوتی ہے) ہاں۔ امیر المومنین! مسلمہ نے سچ کہا تھا۔

عمر: جب تم دونوں نے سن ہی لیا ہے تو اسے راز میں رکھنا۔ میں نے اس سے

Marfat.com

درگزر کرتے ہوئے معاف کر دیا ہے۔ مسلمہ! اسے چھوڑ دو۔ میں نے اسے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔

مسلمہ: امیر المومنین! خدا کی قسم۔ نہیں۔ ایک غدار، مکار اور دھوکے باز غلام کی جزا یہ نہیں کہ اسے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا جائے۔ اس کے جرم کی پاداش میں اُسے پکڑنا ضروری ہے۔

عمر: (نرمی سے) دیکھو مسلمہ! اگر تم اس غلام کو اس کے جرم کے بدلہ میں پکڑو گے تو وہ تجھ پر اس بات کا حق رکھتا ہے کہ تم اس جرم میں شریک دوسروں کو بھی پکڑے۔ اس طرح تیرے خاندان میں فتنہ کھڑا ہو جائیگا اور اس کا انجام سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

مسلمہ: کوئی بات نہیں۔ ہر اس سے قصاص لیا جائے گا جو اس میں شریک ہو گا، خواہ کوئی ہو۔

عمر: (واسطہ دیتے ہوئے) اے میرے چچازاد! اللہ تمہیں سمجھ عطا فرمائے اور تمہاری اصلاح فرمائے کہ دنیا کی اس زندگی میں میرے آخری دن، میری نافرمانی نہ کرو۔ فاطمہ! اپنے بھائی کو سمجھاؤ۔

فاطمہ: مسلمہ! امیر المومنین کی بات مان لو۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ اس حالت میں ہمیں ان کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

مسلمہ: (غلام کو چھوڑتا ہے) لیجئے جناب امیر المومنین! جیسے آپ کی خوشی۔

فاطمہ: غصین! ہماری طرف سے اپنا چہرہ پھیر لو۔ جاؤ، اللہ تجھے برباد کرے۔

عمر: نہیں۔ بلکہ اللہ اس کی بخشش فرمائے اور اسے برکت سے نوازے۔ غصین! جاؤ اور اپنے اور میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرنا۔

(غصین کی ہچکی بندھ جاتی ہے)

Marfat.com

عمر: (درد سے کراہتے ہیں) اف میرا سر! (بستر پر بے ہوش کر گر پڑتے ہیں)۔

فاطمہ: دیکھو مسلمہ! آپ بیہوش ہو گئے ہیں۔

مسلمہ: بہن! صبر سے کام لو۔ معمولی سی بیہوشی ہے۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔

عمر: (آپ اپنی آنکھیں کھولتے ہیں اور بولنے کی کوشش کرتے ہیں) مسلمہ! مسلمہ!

مسلمہ: جی جناب امیر! فرمائیے۔

عمر: غصین جو تھیلی لیکر آیا ہے وہ کہاں ہے؟

مسلمہ: امیر المومنین! یہ آپ کے سامنے پڑی ہے۔

عمر: مسلمہ! یہ میری نہیں ہے۔ یہ بیت المال کی ہے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اسے بیت المال میں جمع کرا دینا۔

مسلمہ: امیر المومنین! میں بیت المال میں جمع کرا دوں گا۔

عمر: میرے چچازاد اللہ تجھے جزائے خیر دے اور اے فاطمہ! تجھے بھی۔

فاطمہ: (صبر و تحمل سے) ہاں۔ امیر المومنین!

عمر: مجھ پر تمہارے جو حقوق تھے کیا مجھے وہ معاف نہیں کرو گی؟

فاطمہ: امیر المومنین! میں نے کوئی ایسی بات کی ہے؟

عمر: اللہ ایک صالح اور نیک بیوی کو اپنی جناب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ فاطمہ! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (آپ اپنی آنکھوں کو اوپر کی جانب کر لیتے ہیں) اے اللہ! مجھے اپنی قضاء سے راضی کر دے، اور اپنی تقدیر کو مبارک بنا دے کہ کہ جسے تو جلد چاہے میں اسے تاخیر سے نہ چاہوں۔ اور جسے میں تو تاخیر چاہے میں اس میں جلدی نہ

Marfat.com

چاہوں۔ (اچانک آپ کا چہرہ خوشی سے کھلکھلا اٹھتا ہے) خوش آمدید...... خوش آمدید پاکیزہ معززین!

فاطمہ: امیر المومنین! کن کو؟

عمر: ان روحوں کو جو انسان ہیں اور نہ جن۔

فاطمہ: جناب عمر! میری جان آپ پر قربان ہو۔

عمر: (گویا آپ کو اپنے گردوپیش کی کوئی ہوش نہیں) یہ دار آخرت ان لوگوں کا نصیب ہے جو زمین پر بڑائی کا اظہار نہیں کرتے اور فساد برپا نہیں کرتے۔ بلاشبہ نیک انجام پرہیز گاروں ہی کا ہوتا ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ (فاطمہ اور مسلمہ بھی رقت اور خشوع خضوع کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھنے لگتے ہیں)

عمر: (تھوڑا سا افاقہ پاتے ہیں) غصین! غصین کہاں ہے؟

مسلمہ: (تحمل سے) امیر المومنین! وہ چلا گیا ہے۔

عمر: (کمزور آواز سے) الحمد للہ۔ (سانس کی ڈوری ٹوٹنے لگتی ہے) باری تعالیٰ! اپنے بندے غصین کی بخشش فرما، اپنے بندے غصین کے ساتھ اپنے غلام عمر کو بھی معاف فرمادے۔

(انہی کلمات پر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردیتے ہیں)

Marfat.com

بیت عتیق

خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت اللہ تعالیٰ کے دو مقبول اور برگزیدہ بندوں کے ایمان افروز جذبات:

"جو خود کعبہ کی دیواریں چن رہے ہیں، بلند اقبال فرزند پتھر اور گارا اٹھا اٹھا کر لا رہا ہے۔ نسیم رحمت کے جھونکوں سے دل کے غنچے شگفتہ ہو رہے، کیف و سرور کی ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہے۔" (ضیاء القرآن: ۱/۹۳)

"اس کی برکتوں کا کیا کہنا اس میں ایک نماز پڑھی جائے تو لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے، ایک ختم قرآن کیا جائے تو لاکھ ختم کا ثواب ملتا ہے۔ نیز اس کا حج اور عمرہ کرنے والوں، اس کے گرد طواف کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش برستی ہے اس کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔" (ضیاء القرآن: ۱/۲۵۴)

Marfat.com

2۔ بیت عتیق

(بیت عتیق کے ارد گرد کا سہانا منظر ہے۔ اس کی تعمیر مکمل ہونے کے قریب ہے۔ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام اپنے رب کے گھر کی تعمیر میں ہمہ تن سرگرم عمل ہیں)

ابراہیمؑ: اسماعیلؑ! کیا بات ہے، آج بڑے خاموش ہو؟

اسماعیلؑ: آپ سے میں نے جو کلام سنا تھا دل میں وہ دہرا رہا ہوں۔ (اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ عمل قبول فرما۔ بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

ابراہیمؑ: بیٹا! اللہ تعالیٰ ہماری ضرور سنتا ہے، وہ دعا کو سننے والا بھی ہے اور قبول کرنے والا بھی۔ آؤ بیٹھ کر کوئی گفتگو کرتے ہیں۔ اسماعیلؑ! کہیں میری بات نے تمہیں ملول تو نہیں کر دیا؟

اسماعیلؑ: معاذ اللہ۔ ابا جان! لیکن میرا خیال تھا کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے بات چیت کرنے سے رک جائیں تو مجھے امید ہے کہ ہم بہت جلد اپنے کام سے فارغ ہو جائیں گے۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں آج کسی وجہ سے کام مکمل ہونے سے رہ نہ جائے۔

ابراہیمؑ: بلکہ بات چیت کام کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سے ہمیں مشقت کا احساس تک نہیں ہوتا۔
کیا تمہیں کوئی ضرب المثل آتی ہے جو اس موقع پر بولی جاتی ہے۔

Marfat.com

اسماعیلؑ: اباجان! کیوں نہیں۔ اس موقع پر لوگ کہتے ہیں "احملنی واحملک"

ابراہیمؑ: جو ضرب المثل ہم شام میں کہتے ہیں اس کی نسبت یہ زیادہ اچھوتا قول ہے۔ حالانکہ یہ مختصر بھی ہے اور عمدہ ترین بھی۔

اسماعیلؑ: اباجان! میری آرزو ہے کہ میں بھی اتنا ہی اچھا بولوں جتنا آپ اچھا بولتے ہیں۔ میں بھی اسی روانی سے زبان بولوں جس روانی سے میرے یہ سسرال بولتے ہیں۔

ابراہیمؑ: بلکہ کاش! میں بھی تمہاری یہ حسین زبان بولنے پر قادر ہوتا تو اس میں گفتگو کرتا۔ یہ تو بڑی شریف اور کریم زبان ہے۔

اسماعیلؑ: شریف اور کریم؟ وہ کیسے؟

ابراہیمؑ: اسماعیلؑ! عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی ذیشان کتاب کریم اپنے رسول عظیم ﷺ پر نازل فرمائے گا۔ جو تیری اولاد میں سے ہو گا۔ سو یہ قیامت تک شرق تا غرب ہدایت یافتہ لوگوں کی زبان ہو گی۔

اسماعیلؑ: (خوشی سے) پھر تو آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں اور ہمیں اسے سکھائیں۔

ابراہیمؑ: بیٹے! میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟ مجھے تو حکم ہے کہ یہ ہجرت فقط اللہ کے لیے ہو۔ اور اگر میں آپ کے پاس ٹھہرتا ہوں تو امر الٰہی پورا نہیں ہو گا۔ دیکھو اسماعیلؑ! اگر مجھے ٹھہرنا ہوتا تو تمہاری ماں ہاجرہ اس بات کی زیادہ حقدار تھی کہ میں اس کے پاس ٹھہرتا۔ (رقت آمیز لہجے میں) میں نے اسے یہاں تنہا موت کے لیے نہیں چھوڑا تھا اور نہ اس لیے کہ وہ مجھے نہ ملے۔

اسماعیلؑ: ٹھیک ہے اباجان! آپ اپنے رب کا حکم ضرور بجا لائیں۔ اور اس پر

Marfat.com

کاربند رہیں۔

ابراہیمؑ: (سنبھالا دیتے) اسماعیلؑ! میں تو محض اللہ کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں مجھے جو حکم ملتا ہے سو وہ بجالاتا ہوں...... اللہ تعالیٰ نے اس امت عظیمہ کے باپ کے طور پر تجھے منتخب فرمایا ہے، مجھے نہیں۔

اسماعیلؑ: ابو جان! تب آپ بھی تو اس کے باپ ہونگے۔

ابراہیمؑ: سچ کہا تو نے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام ملت، ملت توحید و اسلام کا باپ بنایا ہے جس میں مختلف نسب، رنگ اور دیار ہونگے۔ صرف ایک امت کا باپ نہیں بنایا۔

اسماعیلؑ: مرحبا، آفرین اے خلیل الرحمٰن!

(اسماعیلؑ کی زوجہ محترمہ آتی ہیں)

ابراہیمؑ: خوش آمدید، خوش آمدید۔ مرد کریم کی شریک حیات اور عظیم قوم کی ماں۔

زوجہ: چچا جان! یہ سب آپ کی مہربانی ہے۔

ابراہیمؑ: بیٹی! یہ سب تمہارا احسان ہے۔ جب میں تجھے صبر و شکر کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ تم اس قوم کی ماں بننے کی حقدار ہو۔

اسماعیلؑ: (گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے اس انداز میں، جیسے وہ نہیں چاہتے کہ ان کی زوجہ ان کے کام میں خلل ڈالے) میرے لائق تمہارا کوئی اور کام ہے؟

زوجہ: کام تو کوئی نہیں۔ البتہ میرے بھائی اور دوسرے قرابتدار اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں بھی اجازت دی جائے تاکہ اس عمارت کے بلند کرنے میں وہ تمہاری مدد کر سکیں۔

اسماعیلؑ: میں نے انہیں پہلے دن سے کہا ہے کہ یہ امر الٰہی ہے۔ ہم اس کی اسی

85108

Marfat.com

طرح بجا آوری کریں گے جس طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

براہیمؑ: ہاں۔ تم جا کر ان سے ہماری طرف سے معذرت کرو اور ان کا شکریہ ادا کرو۔ اور کہو کہ انہوں نے اپنے حسن اخلاق سے ہماری مدد کر دی ہے۔

زوجہ: وہ اتنی سی بات پر باز نہیں آئیں گے، اور خیال کریں گے آپ لوگ انہیں اس لیے کام سے منع کرتے ہیں کہ آپ انہیں مشقت میں ڈالنا پسند نہیں کرتے ----- وہ طاقتور نوجوان ہیں۔ انہیں اسماعیلؑ اور ان کے والد گرامی سے انس و محبت ہے۔ اور کریم مہمان کے ان کی میزبانی کو ٹھکرانے سے ان کی دل شکنی ہو گی۔

اسماعیلؑ: انہیں کہو کہ عمارت اب تقریباً مکمل ہو چکی ہے...... کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو؟

زوجہ: اسی چیز نے تو انہیں اکسایا ہے کہ آج آپ انہیں اجازت دے دیں تاکہ ان کے دل بھی خوش ہو جائیں۔

اسماعیلؑ: ابا جان! آپ کا کیا خیال ہے؟

میں تو سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہی اپنے رب کا حکم پورا کرنا چاہیے اور ایک شریف اور نیکوکار قوم کو تکلیف دیکر کسی گناہ میں مبتلا نہ کریں۔

اسماعیلؑ: امر الٰہی تو یہی ہے کہ اس کی دیکھ بھال ہم ہی کریں۔ تم ان کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ۔

ابراہیمؑ: بلکہ ٹھہرو۔ انہیں قربانی والی بات بتاؤ۔ یہ سن کر شاید وہ مان جائیں کہ یہ امر ربی ہے اور اس میں کوئی نرمی نہیں...... اسماعیلؑ! کیا تو نے اپنی شریک حیات کو حدیث فداء سنائی ہے؟

زوجہ: کیوں نہیں۔ عم محترم!...... جب آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ

Marfat.com

اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ پس آپ نے پکا ارادہ کر لیا کہ اللہ کا حکم پورا کر کے رہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ "ذبح عظیم" کے ساتھ ان کا فدیہ قبول نہ کرتا تو......

ابراہیمؑ: ہاں ہاں۔ یہی بات ہے۔

زوجہ: آہ...... اگر یہ فدیہ قبول نہ ہوتا تو ہمیں اسماعیلؑ نصیب نہ ہوتے۔

اسماعیلؑ: اپنی قوم کے نوجوانوں کو یہ بات بتاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ یہ حکم بھی اسی طرح کا ہے۔

زوجہ: (خوشی سے) حضور! اب میں انہیں روک سکوں گی۔

اسماعیلؑ: ان سے کہو کہ تمہارا ہم پر یہی احسان کافی ہے کہ جب سے میں شکار کے لیے نہیں جا رہا ہوں۔ تم ہمیں اپنے شکار سے نواز رہے ہو۔

زوجہ: (فخریہ انداز میں) نہیں اسماعیلؑ۔ یہ کوئی بات نہیں۔ میں ابھی انہیں روکنے کے لیے جاتی ہوں اور دوپہر کو تمہارے پاس دوبارہ آؤں گی۔

ابراہیمؑ: جب ہم کام سے فارغ ہوں تو اس وقت کھانا لانا۔ بس تھوڑا سا کام باقی ہے۔

زوجہ: اسماعیلؑ! یہ مہمان کہہ رہے ہیں؟

ابراہیمؑ: بیٹی! میں مہمان ہرگز نہیں۔ البتہ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور تھکاوٹ بھی ہے۔

زوجہ: تب آپ حکم کریں (باہر جاتی ہیں)

ابراہیمؑ: (خوش ہوتے ہوئے) کس قدر ذہین، خوش باش اور شریف خاتون ہے۔ بالکل ہاجرہ کے مشابہ ہے۔

اسماعیلؑ: (ہنستے ہیں) اللہ اسے خوش رکھے ......اس نے تو ہمیں کام سے ہی

Marfat.com

روک دیا تھا۔

ابراہیمؑ: (کام کو چھوڑتے ہیں) بیٹا! آؤ تھوڑا سا ستالیں۔

اسماعیلؑ: ابا جان! میں بھوکا ہوں نہ تھکا ہوں۔ معمولی سا کام باقی ہے پہلے کرلیں۔ پھر آرام کریں گے۔

ابراہیمؑ: زیادہ مناسب تو یہی ہے کہ ہم اب آرام کرلیں۔

اسماعیلؑ: جب تک آپ کی بہو کھانا لیکر نہیں آتی میں پتھر کو قریب کرتا ہوں۔

ابراہیمؑ: اسماعیلؑ! اپنے باپ کی بات نہیں مانتا۔

اسماعیلؑ: (ہاتھ میں پکڑے پتھر پھینکتے ہیں)۔ معاذ اللہ۔ اے خلیل اللہ۔ میں تو سراپا اطاعت شعار ہوں۔

ابراہیمؑ: آؤ ہم اس بلند چٹان پر بیٹھتے ہیں۔

(دونوں چٹان پر چڑھتے ہیں اور اس پر بیٹھ جاتے ہیں)

ابراہیمؑ: (جرھم کے خیموں کی طرف دیکھتے ہیں) ماشاء اللہ! یہ آپ کے سسرال جرھم کے خیمے ہیں۔ الحمد للہ۔ اللہ نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ جس سے لوگوں کے دل تمہاری طرف کھنچے چلے آئے۔

اسماعیلؑ: ہاں ابا جان! ہمارے ہاں ہر روز نئے خیمہ کا اضافہ ہو رہا ہے۔

ابراہیمؑ: اللہ تعالیٰ زم زم میں برکت دے۔ زمزم والی صدیقہ مصریہ اسماعیلؑ کی ماں کو بھی برکت سے نوازے۔ جو اولاد اسماعیلؑ سے سید الکونین اور مختار کل کی بھی ماں ہے۔

اسماعیلؑ: (آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں) ابا جان! کاش آج امی جان ہوتیں۔

(تسلی دیتے ہیں) بیٹے! وہ اللہ کے جوار قدس میں بہتر حال میں ہو گی۔ (ٹھنڈی آہ بھرتے ہیں) سال کس قدر تیزی سے گزر گئے ایسے

Marfat.com

محسوس ہوتا ہے کہ یہ کل ہی کی بات ہے جب میں تم دونوں کو لیکر یہاں آیا، پھر تمہیں یہاں چھوڑ دیا...... حالانکہ تم اس وقت شیر خوار گی کی عمر میں تھے...... اس دن وہاں نہ پانی تھا نہ کوئی ساتھی، کھجور کی ٹوکری اور پانی کے مشکیزہ کے سوا تمہارے پاس اور کوئی چیز نہ تھی...... میں نے جب جانے کا ارادہ کیا تو تمہاری ماں نے چلا کر کہا: ابراہیمؑ! تم کہاں جا رہے ہو ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر، جس میں کوئی مہربان ہے نہ کسی چیز کا نام و نشان، میں غمگین کھڑا رہا اور مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب اس نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا: کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ بولی پھر وہ ہمیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔ آپ جہاں چاہیں جائیں۔ بیٹے! پھر میں وہاں سے چل پڑا اور اسے باور کرایا کہ میں اس پر صابر ہوں تاکہ میرا حزن و ملال اسے غمگین نہ کر دے، یہاں تک کہ اس گھاٹی پر پہنچ گیا جہاں سے میں اس آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اپنا منہ اس مقدس گھر کی طرف کیا اور تیرے لیے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

اسماعیلؑ: امی جان نے بتایا تھا کہ وہ اس دن میرے اور اپنے بارے میں درندوں اور ڈاکوؤں سے خوفزدہ ہوئی تھیں لیکن جب آپ نے کہا کہ یہ اللہ کے حکم سے ہے تو انہیں سکون اور اطمینان ہو گیا۔

ابراہیمؑ: ہاں بیٹے! اللہ تعالیٰ جس چیز کو پسند کرتا ہے اسے خوب جانتا ہے اگر دوسری عورت اس دن نہ بولتی تو اسے یہ امن اور اطمینان نہ ہوتا (ٹھنڈا سانس لیتے ہیں) بیٹے! ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے...... اس نے تمہاری خالہ سارہ کے دل میں الہام کیا کہ

Marfat.com

وہ تجھ سے اور تیری ماں سے غیرت کھائے تاکہ یہ اس عظیم الشان گھر کی تعمیر کا سبب بنے اور طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے اس گھر کو بنانے اور اسے پاک کرنے کا مجھے اور تمہیں شرف بخشے۔

(حضرت اسماعیلؑ کی زوجہ محترمہ ٹوکری اور مشکیزہ اٹھائے واپس لوٹتی ہیں)

زوجہ: آپ کھانے کے لیے نیچے تشریف لائیں گے یا میں اوپر چلی آؤں؟

ابراہیمؑ: بیٹے! نیچے اترو اور اس سے سامان پکڑلو۔

(اسماعیلؑ نیچے اترتے ہیں، اپنی زوجہ محترمہ سے ٹوکری اور مشکیزہ پکڑتے ہیں اور پھر اوپر چڑھتے ہیں)

ابراہیمؑ: بیٹی! نوجوانوں کا کیا بنا؟...... وہ باز آگئے ہیں؟

زوجہ: ہاں۔ عم محترم۔ اور وہ خوش ہوگئے ہیں۔

ابراہیمؑ: الحمد للہ۔

زوجہ: جب قورمہ اور چاہئے تو حکم فرمانا اور بھی موجود ہے۔

ابراہیمؑ: اللہ تجھے برکت دے۔

زوجہ: (مسکراتے ہوئے) واہ عظیم قوم کی ماں! (واپس مڑتی ہیں)

(حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ہنستے ہیں)

ابراہیمؑ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (کھانا شروع کرتے ہیں)

اسماعیلؑ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (بے دلی سے کھاتے ہیں، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں)

ابراہیمؑ: بیٹے! کیا بات ہے؟ یہ لذیذ قورمہ تمہیں پسند نہیں آیا؟

اسماعیلؑ: کیوں نہیں ابا جان، ہمارے ہاں بہترین کھانا یہی ہے۔

Marfat.com

ابراہیمؑ: پھر کیا وجہ ہے کہ میری طرح خوشدلی سے کھانا نہیں کھا رہے۔ کس سوچ میں مگن ہو۔

اسماعیلؑ: میں چاہتا ہوں آپ کھانے سے فارغ ہو جائیں میں مخل نہ ہوں۔

ابراہیمؑ: نہیں، کوئی بات کرو۔ کھانا کھاتے وقت گفتگو کرنا امر مستحب ہے۔

اسماعیلؑ: ابھی میں آپ سے اپنی خالہ سارہ کا ذکر، اور آپ کا مجھے یہاں چھوڑنے میں اللہ کی حکمت سن رہا تھا۔

ابراہیمؑ: ہاں، یہیں پر میری بات ختم ہوئی تھی۔

اسماعیلؑ: آپ مجھے مزید کچھ بتائیں گے؟

ابراہیمؑ: پیارے بیٹے! ضرور...... پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔

اسماعیلؑ: میری اور میری اماں جان کی ہجرت گاہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس بے آب و گیاہ وادی کو ہی کیوں پسند کیا؟

ابراہیمؑ: بھئی بیٹا! اس عزت والے گھر کی وجہ سے۔

اسماعیلؑ: یہاں اس چٹیل میدان میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عزت والا گھر کیوں بنایا؟

ابراہیمؑ: بھئی اسماعیلؑ! تمہیں یہاں کوئی تنگی ہے؟

اسماعیلؑ: ہرگز نہیں۔ ابا جان...... مجھے تو اس جگہ سے بڑا پیار ہے، روئے زمین کے بڑے بڑے باغات بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتے...... میرے لیے یہی کافی ہے کہ اس میں میری امی جان رہیں اور اسی میں مدفون ہوئیں۔ جس دن وہ یہاں آئیں انہوں نے اللہ کی وہ نشانیاں دیکھیں جو دل کو خوش اور آنکھ کو ٹھنڈا کرتی ہیں۔

ابراہیمؑ: ہاں۔ یہ وہ روشن نشانیاں ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اسے عزت و تقدس سے نوازا پھر تمام عالم کی عورتوں پر اسے فضیلت عطا کی اس

Marfat.com

طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آثار و نشانات اور اس کی راہگزر کو مناسک بنادیا ہے جسے اس گھر کے حجاج قیامت تک ادا کرتے رہیں گے۔

اسماعیلؑ: لیکن ابا جان، میں زمین کے باقی خطوں کو چھوڑ کر اس بنجر خطے کو اختیار کرنے کی حکمت جاننا چاہتا ہوں۔

ابراہیمؑ: بھئی بیٹے! کیا میں نے تجھے بتایا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی بشارت دی ہے کہ وہ یہاں تیری اولاد سے ایک عظیم رسول ﷺ مبعوث کریگا جو خاتم المرسلین ہوگا، جب اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر میزان حق رکھ دیا تو کیا رتبہ میں اس سے کوئی چیز سر بلند ہو گی حتیٰ کہ قیامت تک؟

اسماعیلؑ: نہیں ابا جان۔ لیکن اس عظیم رسول ﷺ کیلئے یہ چٹیل میدان کس لیے؟

ابراہیمؑ: میرے بیٹے! اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی وحی نہیں فرمائی۔ اس کی حکمت یقیناً عظیم ہوتی ہے یہ امر اس کے علم میں طے ہو گا کہ اس نے اس پاکیزہ تخم کی یہاں اس جگہ آبیاری کرنی ہے جو مشرکین کے دیار اور متکبرین کے میدانوں سے دور ہو۔ یہاں تک کہ اس کی جلوہ گری کا مقررہ روز سعید طلوع ہو جائے۔

اسماعیلؑ: ابو جان! یہ ہوئی نابات۔ لیکن جب یہ رسول عظیم ﷺ اس بے آب و گیاہ جگہ پر جلوہ افروز ہونگے تو بہت کم لوگ ان سے ہدایت حاصل کر پائیں گے۔

ابراہیمؑ: ٹھہرو بیٹے! تمہارے اس سوال نے مجھے اللہ کی ایک اور حکمت کی یاد دلا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا علیم اور حکیم ہے۔

اسماعیلؑ: وہ کیا ہے؟

ابراہیمؑ: وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو، جس میں وہ عظیم الشان رسول ﷺ

Marfat.com

جلوہ گر ہوگا اور وہ اس سے ہدایت حاصل کر پائے گی۔ کے لیے مقدر کیا ہے کہ وہ اس لق و دق صحرا سے تیار ہو کر نکلے اور مشرق و مغرب میں روئے زمین کے بلاد و امصار اور اقوام و ملل میں پھیل جائے جہاں جہاں اس رسول ﷺ کا پیغام اور دین پہنچے گا۔ پس عالم کی بادشاہی اور دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی اس بلند اقبال امت کے ہاتھ میں ہوگی اور باقی اقوام کی پیشوا اور امام ہوگی۔

اسماعیلؑ: (خوشی سے چہرہ کھکھلا اٹھتا ہے) ابا جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ اب میرا دل مطمئن ہو گیا ہے۔

ابراہیمؑ: (مسکراتے ہیں) آؤ پھر میرے ساتھ کھاؤ۔ میں تنہا کھانا پسند نہیں کرتا۔

اسماعیلؑ: جناب خلیل الرحمٰن! اب تو میں بڑی خوشی اور شوق سے کھاؤں گا۔ (خوشی خوشی کھاتے ہیں)

امید ہے آپ نے میرے پیہم اصرار اور بکثرت سوال کرنے پر برا نہیں منایا ہوگا۔

ابراہیمؑ: نہیں بیٹے۔ مجھے تو اس سے خوشی ہوئی ہے۔ میں بھی زمانہ شباب میں تمہاری طرح ہوتا تھا...... یہاں تک کہ یہ عادت اس قدر راسخ تھی کہ میں نے اپنے عزت والے رب سے پوچھا کہ وہ مجھے دکھائے کہ وہ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ رب نے مجھ سے فرمایا "کیا تو ایمان نہیں رکھتا" میں نے عرض کی، کیوں نہیں۔ لیکن یہ اطمینان قلب کے لیے ہے۔

اسماعیلؑ: پھر آپ کے رب نے آپ کو چار پرندوں کی نشانی دکھائی۔

ابراہیمؑ: (کھلکھلاتے ہوئے) بیٹے! تو نے سن رکھا ہے؟

Marfat.com

اسماعیلؑ: امی کی زبان سے۔

ابراہیمؑ: ہاں وہ بڑے قوی حافظہ کی مالک تھی۔

اسماعیلؑ: کھائیے ابا جان! اور کھائیے۔

ابراہیمؑ: الحمد للہ رب العالمین...... تم اپنا کھانا ختم کرو۔

اسماعیلؑ: الحمد للہ رب العالمین۔

ابراہیمؑ: (اٹھتے ہوئے) آؤ اب کام کریں۔

(دونوں چٹان سے نیچے اترتے ہیں اور بیت اللہ کی تعمیر کے کام پھر شروع ہو جاتے ہیں)

ابراہیمؑ: مجھے اپنے ہاتھ سے یہ پکڑاؤ۔

اسماعیلؑ: ابا جان! آپ چھوڑیں۔ اسے میں خود اٹھاتا ہوں، یہ پتھر بھاری ہے۔

ابراہیمؑ: (مسکراتے ہوئے) بیٹا! یہ تم میرے ساتھ عادت کر رہے ہو یا مجھ سے زیادہ ثواب لینا چاہتے ہو؟

اسماعیلؑ: ابا جان! سارا ثواب تو آپ ہی کے لیے ہے میں تو آپ کا خادم ہوں۔ خدا نے چاہا تو آپ ہی کا کام صالح ہو گا۔

ابراہیمؑ: ہاں لیکن اس نے حکم دیا ہے کہ ہم اس گھر کو دونوں مل کر بنائیں، نہ کہ تو تنہا اسے بنائے۔

اسماعیلؑ: ابو جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری معاونت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ پاک ذات جانتی ہے کہ آپ بوڑھے اور میں جوان ہوں۔

ابراہیمؑ: (ہنستے ہیں) بیٹے! تو نے سچ کہا ہے...... قسم بخدا تجھ جیسا دلیر اور طاقتور نوجوان میری آنکھ نے ملک شام میں دیکھا ہے نہ کلدان کی زمین میں۔ اللہ اس زمین میں برکت ڈالے جس نے تجھے پروان چڑھایا، تیرے

Marfat.com

گوشت کو سخت اور ہڈیوں کو مضبوط کیا۔ (پھر بڑے رقت آمیز لہجے میں) اللہ تعالیٰ نیل کی اس بیٹی پر بھی اپنی نظر رحمت فرمائے جس نے تجھے دودھ پلایا۔

اسماعیلؑ: (خوشی سے) ابا جان! ادھر دیکھئے! ہم اللہ کے گھر کی تعمیر کے کام سے فارغ ہو گئے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں ہوا۔

ابراہیمؑ: الحمد للہ۔ کوئی کام باقی نہیں رہا۔ سوائے اس پتھر کے یہ نشانی نصب کرنے پر کام مکمل ہو جائے گا۔

اسماعیلؑ: اس حجر اسود کا کیا کریں؟

ابراہیمؑ: اسے ہم اس رکن میں نصب کریں گے۔ تاکہ لوگوں کے لیے علامت بن جائے کہ وہ طواف اس جگہ سے شروع کریں۔

(حجر اسود کے نصب کرنے میں حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی معاونت کرتے ہیں)

ابراہیمؑ: (پتھر کو چھوتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں) پتھر! تو کتنا مبارک ہے ایک دن رحمٰن کا حبیب ﷺ تجھے چھوئے گا اور تیرا بوسہ لے گا۔

اسماعیلؑ: رحمٰن کا حبیب؟

ابراہیمؑ: اسماعیلؑ! تمہارا برگزیدہ بیٹا۔ یہ اس کا ایک لقب ہے۔ اس کا اس جگہ اپنے ہونٹ رکھ کر بوسہ لو جس جگہ وہ اپنے لب مبارک رکھے گا۔

اسماعیلؑ: (پتھر کو چھوتے ہیں اور اس کا بوسہ لیتے ہیں) میرے برگزیدہ بیٹے!...... رحمٰن کے محبوب! (زمین اور آسمان کے درمیان ایک خوشگوار سی پھڑپھڑاہٹ سنائی دیتی ہے)

ابراہیمؑ: سبوح، قدوس!

Marfat.com

اسماعیلؑ: ابو جان! یہ کیا ہے؟

ابراہیمؑ: بیٹے! یہ روح الامین ہیں۔

اسماعیلؑ: (زیر لب بولتے ہوئے) جبرئیل؟

جبرئیل: (ان کی آواز سنتے ہیں) ابراہیمؑ! رب العزت نے مجھے آپ تک سلام پہنچانے کا حکم فرمایا ہے۔

ابراہیمؑ: عاجزی وانکساری سے اے باری تعالیٰ! تو ہی سلامتی والا اور سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اے بزرگی و برتری کے مالک! تو ہی برکتوں اور عظمتوں والا ہے۔

جبریلؑ: اور حکم فرمایا کہ میں آپ تک یہ پیغام پہنچاؤں کہ وہ آپ سے اور آپ کے بیٹے اسماعیلؑ سے راضی ہے اور آپ دونوں کو اپنی دولت رضا سے نوازا ہے۔ اس بدلہ میں کہ آپ نے اس کے اس گھر کو طواف، اعتکاف رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے بنایا اور اسے پاک کیا۔

ابراہیمؑ: حمد کے مالک! تمام حمد تو تجھی ہی کو سزاوار ہے۔ اگر تیری مدد اور بے پایاں قدرت ہمارے شامل حال نہ ہوتی تو ہمیں اکیلے اس کی بنیادیں بلند کرنے کی مجال نہ ہوتی۔

جبریلؑ: آپ کے رب نے آپ کو اذن دیا ہے کہ جو چاہیں اس سے دعا مانگیں وہ ضرور قبول کرے گا۔

ابراہیمؑ: (عاجزی وانکساری سے ہاتھ اٹھاتے ہیں) اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے۔ اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے حیلوں سے روزی دے۔ (یعنی) جو ان میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے۔

جبریلؑ: اور جس نے کفر کیا؟

Marfat.com

ابراہیمؑ: اور جس نے کفر بھی کیا؟

جبریلؑ: آپ کا عزت والا رب فرماتا ہے۔ چند روز اسے بھی فائدہ اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کرونگا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے...... اپنی دعا مکمل فرمایئے۔

ابراہیمؑ: اے ہمارے رب! ہم کو اپنا فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتادے اور ہم پر (اپنی رحمت سے) توجہ فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اسماعیلؑ: امین۔

ابراہیمؑ: امین یارب العالمین۔

جبریلؑ: آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ آپ تمام مخلوق میں یہ اعلان کریں کہ وہ اس کے گھر کا حج کریں۔

ابراہیمؑ: جبریلؑ! یہاں کونسی مخلوق ہے؟ یہ چند گنتی کے گھر ہیں۔

جبریلؑ: عام لوگوں میں اعلان کرو...... پوری نوع بشر میں...... تمام مخلوق میں۔

ابراہیمؑ: جبریلؑ! میری آواز کیسے پہنچے گی؟

جبریلؑ: آپ کا کام اعلان کرنا ہے پہنچانا رب کا کام ہے۔ اس دن سے لیکر روز قیامت تک مرد کے صلب اور عورت کے رحم میں جو کوئی ہے اور ہوگا تمام کے تمام آپ کی آواز کو سنیں گے۔

ابراہیمؑ: سبوح قدوس!

جبریلؑ: آپ کی آواز پر ہر وہ لبیک کہے گا جو ایمان لایا اور جس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا حج لکھا۔ خواہ وہ مشرق میں رہتا ہو یا مغرب میں

Marfat.com

......روز قیامت تک یہی ہو گا......ہر وہ لبیک کہنے سے عاجز ہو گا جس کے نصیب میں حج نہ لکھا گیا ہو گا۔ اگر چہ وہ اس وادی میں تیر کے پہنچنے کی مقدار اس بیت اقدس سے دور مقیم ہو۔

ابراہیمؑ: سبوح قدوس!

اسماعیلؑ:

جبریلؑ: ابراہیمؑ! اپنی یہ عظیم ذمہ داری پوری کریں اور اعلان کریں۔

ابراہیمؑ: بیٹے! میری مدد کرو۔ تاکہ میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔

(اسماعیلؑ اعانت کرتے ہیں)

جبریلؑ: اعلان کریں اب۔

ابراہیمؑ: (بلند آواز کے ساتھ) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر اس عزت والے گھر کا حج فرض کیا ہے۔

(بے شمار کلمات اور مختلف لہجوں کے ساتھ دور و نزدیک سے آواز گونجی ہوئی ٹکراتی ہیں)

اسماعیلؑ: ابا جان یہ گونج کیسی ہے؟

ابراہیمؑ جبریلؑ! یہ کیا ہے۔ کیا یہ وہی آواز ہے۔

جبریلؑ: یہ نوع بشر کی ان قوموں کی آوازیں ہیں جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم گھر کا حج لکھا ہے۔

اسماعیلؑ: ابا جان! یہ آوازیں کیا کہہ رہی ہیں؟

ابراہیمؑ: یہ آوازیں کیا کہہ رہی ہیں؟

جبریلؑ: یہ مشرق و مغرب کی بے شمار زبانوں اور لہجوں کے ساتھ کہہ رہی ہیں۔ لبیک، لبیک

Marfat.com

پہلا مشرک

اہل عرب کی زندگی کا تاریک پہلو

"جب انسان کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے منقطع ہو جاتا ہے۔ تو اس کی فطرت سلیمہ مسخ ہو جاتی ہے۔ اس کی عقل و فہم پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ اس کی چشم بصیرت بینائی سے محروم ہو جاتی ہے۔ اپنی دانشمندی کے باوجود اس سے اس قسم کی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ احمق اور دیوانے بھی اس سے شرمندگی محسوس کرنے لگتے ہیں۔" (ضیاء النبی:۱/۳۱۸)

Marfat.com

3۔ پہلا مشرک

(مکہ میں جابر بن سہل خزاعی کا گھر ہے)

جابر: (مسعود بن وائلہ جرہمی کا استقبال کرتا ہے) مسعود! خوش آمدید! آپ شہر کب آئے؟

مسعود: جابر! ابھی آرہا ہوں۔

جابر: گویا کہ میزبانی کا شرف آپ نے سب سے پہلے مجھے ہی بخشا ہے؟

مسعود: ہاں۔

جابر: ایک کریم النفس دوست کی نوازش ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ چاہتے تو اپنے دوسرے دوست کے ہاں بھی قیام کر سکتے تھے جو لوگوں سے بلند رتبہ رکھتا ہے۔ بلکہ اب تو وہ خدا بنا بیٹھا ہے، اس کی پوجا پاٹ کی جا رہی ہے۔

مسعود: عمرو بن لحی؟

جابر: ہاں۔ جو عزت و تکریم آپ کو اس کے ہاں ملتی تھی وہ شاید مجھ جیسے فقیر کے ہاں نہ ملے۔

مسعود: یہی جاننے کے لیے تو میں اپنے علاقے سے یہاں آیا ہوں۔

جابر: لوگوں کی طرح اس کے دین میں داخل ہونے کے لیے؟

مسعود: جابر! اللہ کی پناہ! میں اپنے رب سے شرک کروں اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا دین چھوڑ دوں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ اس سے بچائے۔

جابر: کل تلک شرک آپ کی قوم کے گھروں تک بھی پہنچ جائیگا۔ عمرو اپنے

Marfat.com

بتوں میں سے ایک بت انہیں بھی تحفہ میں بھیج دے گا۔ جس کی وہ وہاں پرستش کریں گے۔

مسعود: ہاں۔ مگر مجھے اس کا کوئی خدشہ نہیں۔ جرہم دین اسماعیل کی تکفیر کی جرأت نہیں کریں گے۔

جابر: مسعود! خزاعہ میں بھی اتنی جرأت نہیں تھی۔ لیکن یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس فاسق و فاجر کے ہاتھ ہمیں مبتلا کر دیا ہے۔

مسعود: آپ لوگ اس پر کیسے خاموش ہیں؟ جابر! تو آپ کیوں خاموش ہیں؟

جابر: شروع شروع میں میں نے مزاحمت کی اور لوگوں کو اس سے دور رکھنا چاہا۔ لیکن میں کامیاب نہ ہوا۔ بلکہ وہ تو مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ بس اس دکھ کی وجہ سے میں خاموش ہو گیا۔ اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا۔

مسعود: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عمرو نے جو کچھ کیا ہے یہ کیسے کر لیا؟

جابر: مسعود! اس کے لیے طویل گفتگو درکار ہے۔ میرے خیال میں آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں۔

مسعود: کیوں نہیں۔ مجھے اس سے غرض ہے۔ آپ کو اللہ کا واسطہ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔

جابر: مجھے ڈر ہے کہ آپ بھی دوسروں کی طرح میری بات کو جھٹلا دیں گے۔

مسعود: جابر! ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

جابر: اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ میں نے اپنے لیے یہی پسند کیا کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح اس میں داخل نہ ہوں۔ لیکن مجھے بھی اپنے اس عمل کے صحیح ہونے میں کبھی شک ہونے لگتا ہے۔

مسعود: جابر! اللہ تجھے تیرے دین اور تیری پارسائی کو اپنی پناہ میں رکھے۔ مجھے

Marfat.com

بتاؤ کہ عمرو بن لحی نے یہ سب کچھ کیسے شروع کیا؟

جابر: شاید تجھے یاد ہو کہ عمرو اپنے چچازاد سے حسد کرتا تھا۔ دل میں اس کے لیے کینہ رکھتا تھا۔ اور اس سے خار کھاتا تھا، کہ ھانی اپنی دولت اور مقام و مرتبہ کی وجہ سے اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ فقیر ہے۔

مسعود: ہاں، تو پھر

جابر: پس عمرو نے قسم اٹھائی کہ وہ حصول دولت کے لیے سفر کرے گا اور وافر مال دولت لیکر واپس لوٹے گا۔ ریشم کا دھاری دار جبہ زیب تن کرے گا جس کے پلوں کو گھسیٹتے ہوئے بطحاء میں ایسے چلے گا کہ مکہ کی پردہ نشیں کنواری عورتیں بھی اس کے تذکرے کیا کریں گی۔

مسعود: پھر وہ شام چلا گیا۔

جابر: ہاں۔ کئی سال تک ہمیں اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ میری بہن سعدی اس کے نکاح میں تھی۔ وہ اس کی راہ دیکھتی رہی۔ جب اس کے واپس آنے سے مایوس ہو گئی۔ تو وہ میرے پاس چلی آئی۔ ایک رات کسی دستک دینے والے نے ہمارے دروازے پر دستک دی دیکھا تو وہ عمرو تھا۔ وہ سعدی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ صبح ہوئی تو میں اسے ملنے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پورے شہر کی زبان پر آسمان سے اترنے والے خدا کا تذکرہ ہے وہ اترا اور عمرو بن لحی کے گھر کے آنگن میں ٹھہر گیا۔

مسعود: ہبل؟

جابر: ہاں، میں عمرو سے ملا اور اس نئے مسئلے جو اس کا اپنا گھڑا ہوا تھا کے بارے میں اس سے پوچھا۔

اس نے مجھ سے کہا اگر اس میں مجھے کوئی شک ہے تو اپنی بہن سے پوچھ لو

Marfat.com

اس نے بھی آسمان سے خدا کو اترتے ہوئے دیکھا ہے۔

مسعود: تو پھر آپ کی بہن نے کیا کہا؟

جابر: اس نے شروع ہی میں اس کی تصدیق کر دی۔ یہاں تک کہ میں اس سے ناراض ہو گیا اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔ عمرو کے پیروکار بڑھنے شروع ہو گئے۔ وہ ان کے لیے ہر روز نئی بدعت گھڑتا جسے وہ شریعت بنا لیتے۔ اور آپس میں یہ باتیں ایک دوسرے تک پہنچانے لگے کہ ہبل ان کے مریضوں کو شفا دیتا ہے، ان کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے، ان کی بانجھ عورتوں کو بچے سے نوازتا ہے پس وہ ہبل پر چڑھاوے چڑھانے اور اس کے لیے نذرانے دینے لگے۔ عمرو مالدار ہوتا گیا، اس کے پاس کثیر مال جمع ہو گیا۔ وہ بغیر کسی حساب کے خرچ کرتا لوگوں کو کھلاتا اور پلاتا، ننگوں کو پہناتا، مہمانوں اور حجاج کی میزبانی کرتا اس کی شہرت بڑھتی گئی الغرض اس نے جو حاصل کرنا تھا حاصل کر لیا۔

مسعود: یہ بت ہے عمرو شام سے لیکر آیا تھا؟

جابر: ہاں۔ اپنی سواری پر لاد کر لایا تھا۔ لیکن لوگوں نے گمان کیا کہ اس کا یہ خدا بادل کے اوپر چل کر آیا ہے۔ وہ اور عمرو ایک ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ دونوں مکہ پہنچ گئے۔ پھر یہ اس رات کہ جس میں عمرو آیا وہیں اترا جہاں وہ اترا۔

مسعود: آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟

جابر: مجھے میری بہن سعدی نے آخر میں یہ سب کچھ بتا دیا تھا، جب اس کا عمرو سے اختلاف ہو گیا، اور وہ عمرو سے ناراض ہو کر میرے پاس چلی آئی۔ پھر یہاں میرے پاس ہی اسے اس کی اجل نے آلیا۔ الحمد للہ! مرنے

Marfat.com

سے پہلے اس نے اسے چھوڑ دیا تھا اور دین حنیف کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

مسعود: الحمدللہ! لیکن اس کے اور عمرو کے درمیان اختلاف کیسے پڑا۔

جابر: اس نے دیکھا کہ وہ عورتوں سے میل جول کرتا ہے اور ان کے ساتھ اس گھر میں بدکاری کرتا ہے جو اس نے اپنی مجلس کے لیے بنایا تھا اور اس کا ان کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ اس کے لیے حلال ہیں......اور یہ اس سے محبت کرتی تھیں، اس سے صبر نہ ہو سکا اور بے چاری یہی روگ لیے مر گئی۔

مسعود: کیا اسے شروع میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ جھوٹا ہے۔

جابر: کیوں نہیں۔ اس نے اسے پابند کر رکھا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے اس کے ہر عمل کی تصدیق کرے چاہے اس کے خیال میں وہ بیہودہ اور عجیب کیوں نہ ہو۔ چونکہ اسے اس سے محبت تھی اس لیے سوائے موافقت کے اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہاں تک اس کے پاس عورتوں کی ریل پیل ہونے لگی۔ سو اس نے لوگوں کو اس کے جھوٹ کے بارے میں علانیہ بتانا شروع کر دیا۔ لیکن اب چونکہ بات اس قدر بڑھ چکی تھی اس لیے اس کی کسی نے تصدیق نہ کی۔

مسعود: آپ کی بہن نے بتایا کہ اسے اس بت کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟

جابر: اس نے بتایا تھا کہ شام میں عمرو تجارت میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شاید وہ مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا کہ ایک دن اس کا عمالیق کے ایک قبیلہ کے پاس سے گزر ہوا جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ ان کے کاہن کے پاس ٹھہرا اس نے اس کی میزبانی کی، عزت و تکریم سے نوازا اور چند دن اپنے

Marfat.com

ٹھہرایا۔ یہ کاہن بڑا خوشحال تھا۔ مال اس کے پاس چل کر آتا تھا۔ وہ بیٹھا رہتا تھا اور عملاً کچھ نہیں کرتا تھا۔ عمرو نے دل میں سوچا کہ وہ بھی اسی طرح کرے گا سو اس نے اس سے ایک بت مانگا تاکہ وہ اسے سرزمین عرب میں لائے۔ پس کاہن نے اسے یہ بت اور بت اٹھانے کے لیے سواری دی۔ اور بہت سامال بھی دیا۔

مسعود: اس کا برا ہو۔ اس نے مال کی خاطر دین اسماعیل کو بدل ڈالا۔

جابر: ہاں۔ تاکہ اپنی اٹھائی ہوئی قسم پوری کرے۔ اور اس نے کر دکھایا۔

مسعود: جابر! میں اسے تنہا ملنا چاہتا ہوں تاکہ میں اسے کوئی وعظ نصیحت کروں شاید وہ میری بات سن لے اور اس گمراہی سے باز آجائے جس میں لوگوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔

جابر: مسعود! بہت مشکل۔ اگر وہ چھوڑ بھی دے تو لوگ ہرگز اس مشرک کو نہیں چھوڑیں گے جس نے ان کے لیے شراب، جوا، اور دیگر خرافات کو جائز کر دیا ہے۔ ہبل اور اس کے شرکاء ان کے دلوں میں زیادہ گھر کر چکے ہوں اس واحد ذات کی نسبت جو ان کی آنکھوں کے ادراک سے باہر ہے۔

مسعود: جابر! نصیحت کبھی کبھی کام دکھا جاتی ہے۔ میرا اس پر بہت سا فضل و احسان ہے۔ ویسے بھی اسے مجھ سے محبت ہے اور میری عزت کرتا ہے۔ آپ اس کے پاس اپنا ایک غلام بھیج دیں گے تاکہ وہ جا کر اسے بتائے کہ میں تمہارے پاس ہوں اور تم سے ایک مجلس کرنا چاہتا ہوں؟

جابر: بڑی خوشی کے ساتھ۔ اگرچہ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

عمرو بن لحی کا گھر ہے

Marfat.com

عمرو: (اپنے صاحب اور حواری عامر سے) عامر! کیا تجھے یاد ہے کہ پچھلے سال حاجیوں کے لیے ہم نے کتنے اونٹ ذبح کیے تھے۔

عامر: پانچ ہزار اونٹ

عمرو: اور کتنوں کو پہناوے پہنائے تھے۔

عامر: چھ ہزار پوشاکیں۔

عمرو: اس سال ہم دس ہزار اونٹ ذبح کریں گے اور دس ہزار ہی پوشاکیں پہنائیں گے۔

عامر: عمرو! پھر تو خزانہ خالی ہوجائیگا۔

عمرو: ڈرو مت۔ ہبل ہمارے ساتھ ہے۔ ہم جتنا زیادہ خرچ کریں گے ہبل ہمیں اتنا ہی غنی کرے گا۔ تمام قبائل عرب سے عنقریب ہمیں نذریں پہنچیں گی۔ عامر! جاؤ اور حساب لگاؤ کہ ہمارے پاس کتنے اونٹ ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہوسکے کہ کتنے کم ہیں۔

عامر: ضرور جناب عمرو! (نکلنے کا ارادہ کرتا ہے)

عمرو: دروازے پر جو ملاقاتی رہ گئے ہیں۔ انہیں اندر بھیج دو۔

ٹھیک ہے جناب۔ (باہر نکلتا ہے)

(ایک بوڑھا، ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اور ایک خوبصورت نوجوان عورت داخل ہوتے اور تمام عمرو کے سامنے جھکتے ہیں اور اس کی چادر کے پلوؤں کو چومتے ہیں)۔

عمرو: اے ہبل کے پرستارو! خوش آمدید۔ تمہیں کیا کام ہے؟ اے شیخ عرب پہلے تم بیان کرو۔

بوڑھا: مخلص دوست! میرے پاس پانچ سال سے زائد عمر کا ایک سانڈ ہے۔

Marfat.com

میں اس کے بارے میں آپ سے فتویٰ لینے حاضر ہوا ہوں۔

عمرو: کیا تیرے اس سانڈ نے اپنے پھل کا پھل دیکھا ہے؟

بوڑھا: ہاں۔

عمرو: پھر وہ حام ہے۔ اس کی پیٹھ پر سوار ہوا جا سکتا ہے نہ اسے گھاس اور چراگاہ سے روکا جا سکتا ہے۔

بوڑھا: عمرو! پھر وہ کس کا ہے؟

عمرو: وہ اللہ کا ہے۔

بوڑھا: ہرگز نہیں۔ میں اسے اللہ کو نہیں دونگا بلکہ ہبل کو دونگا۔

عمرو: ناسمجھ بوڑھے! اللہ کو دینا ہبل ہی کو دینا ہے۔ اور ہبل کو دینا اللہ ہی کو دینا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ جاؤ۔ تیرے مال میں برکت ہو۔ اور تجھے ہبل نوازے۔

بوڑھا: (خوش ہو کر نعرہ لگاتا ہے) ہبل سربلند ہو، ہبل سربلند ہو (باہر نکلتا ہے)

عورت: اور میں اے نیک مرد!

عمرو: (اپنی آنکھیں نیچے کر لیتا ہے) تم انتظار کرو۔ یہ مرد پہلے ہے۔ تمہاری کیا مشکل ہے؟

آدمی: اے نیک انسان! تجھے جزائے خیر عطا ہو۔ میری بیوی قریب المرگ ہے۔ میرے لیے دعا کریں کہ ہبل اسے میرے لیے شفا دے دے۔

عمرو: معلوم ہوتا ہے تم خوشحال ہو۔ اگر تیری بیوی کو ہبل شفا دے تو کتنی نذر دو گے۔

آدمی: بیس اونٹنیاں۔

Marfat.com

عمرو: اس سے زیادہ نہیں دے سکتے۔

آدمی: ابن لحی! نہیں۔ اپنے کل اثاثے کا نصف تو دے رہا ہوں۔

عمرو: یہی کافی ہے۔ جب کل آئے تو اپنی نذر ہبل کے باڑے میں ڈالا دینا۔ ہبل تمہاری بیوی کو شفاء دے دیگا۔

آدمی: ابن لحی! سچ۔

عمرو: ہاں۔

آدمی: (خوشی سے نعرہ لگاتا ہے) ہبل سر بلند ہو، ہبل سر بلند ہو۔ (باہر نکلتا ہے)

عمرو: (عورت کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھتا ہے) اے نازک اندام حسینہ! تجھے تیری کونسی ضرورت میرے پاس لے کر آئی ہے۔

عورت: عمرو! میں بانجھ ہوں۔ میں ہبل کو کیا نذر دوں کہ وہ مجھے بیٹا عطا کر دے۔

عمرو: اسے اپنی سب سے پیاری چیز نذر کرو۔

عورت: عمرو! کیا یہ سونے کا کنگن؟

عمرو: اس سے بہتر کوئی چیز نہیں؟

عورت: آپ کی زندگی کی قسم۔ میرے پاس اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

عمرو: بلکہ تم اس چیز کی مالک ہو جو دل و دماغ خوشی اور سرور عطا کرتی ہے۔ (اسے اپنے ساتھ چمٹاتا ہے اور اس کا بوسہ لیتا ہے)

عورت: (اسے اپنے سے دور ہٹاتی ہے) ابن لحی! تمہارا برا ہو۔ میں تمہارے پاس ہبل کی مرضی حاصل کرنے آئی ہوں نہ کہ تمہاری۔

عمرو: کیا تم میری مرضی کے بغیر اس کی مرضی حاصل کر لو گی۔

عورت: عمرو! میری مشکل حل کرو۔ مجھے اولاد عطا کرو۔

Marfat.com

عمرو: ہاں۔ہاں۔

عورت: پھر میں کیا کروں۔

عمرو: جب رات آئے تو اندھیرے میں مہمان خانے کے دروازے پر دستک دینا۔پس جو تم چاہتی ہو وہ تمہیں مل جائیگا۔

عورت: ہبل کے سواء میں کسی کی تعریف نہیں کرونگی۔ ہبل سربلند ہو، ہبل سربلند ہو۔

جابر: مسعود! دیکھو وہ آرہا ہے۔

مسعود: اس کے ساتھ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟

جابر: یہ اس کے پاؤں سے لگنے والی خاک اور جبہ سے چھونے والی جگہ کو چوم رہے ہیں۔اس کی طرف دیکھو کیسے دھاری دار جبے میں مٹک مٹک کر چل رہا ہے کہ عورتوں کے دل خود بخود اس سے کھنچے چلے آتے ہیں۔

مسعود: آہ۔دین اسماعیل اور اولاد اسماعیل کو برباد کرنے والے!

جابر: کیا آپ اسے تنہا ہی ملیں گے؟

مسعود: اور آپ؟

جابر: میں اس سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ میں تو اس کا چہرہ بھی دیکھنا چاہتا اور نہ اس کی کوئی بات سننا چاہتا ہوں۔

مسعود: جیسے آپ کی مرضی۔

(جابر گھر کے اندر گھستا ہے)

(عمرو بن لحی داخل ہوتا ہے)

عمرو: قدیم دوست اور پیارے بھائی کو خوش آمدید! مسعود آنا مبارک! کیا

Marfat.com

گلے نہیں ملو گے؟

مسعود: جس نے دین ابراہیم کو بدل ڈالا ہے اسے گلے ملنا زیب نہیں دیتا۔

عمرو: ابن وائلہ !افسوس۔ کیا تو نے مجھے یہ بات سنانے کے لیے بلایا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری دعوت کو تیری عزت و تکریم اور پرانی جان پہچان کا حق سمجھ کر قبول کیا ہے؟ حالانکہ تو میرے دشمن کے گھر میں تھا۔ پھر بھی تم میرے ساتھ جفا سے پیش آرہے ہو۔

مسعود: عمرو! ہمارے درمیان جو دوستی چلی آرہی ہے میں اس کے بھروسے پر تمہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کی قسم جو بڑا غالب ہے۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس گمراہی میں پڑ کر بڑے بھٹک چکے ہو۔ حالانکہ تم ہدایت پر تھے۔ تم مجھے نصیحت کرنے سے ٹوکتے ہو؟

عمرو: ہر گز نہیں بھائی! آپ تو بڑے مخلص ہیں۔ اگر میں اس معاملہ میں کسی کی نصیحت قبول کرتا تو یقیناً تمہاری بھی قبول کرتا۔ لیکن اب جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا۔

مسعود: عمرو! کیا اللہ اور روز آخرت پر تمہارا ایمان نہیں۔

عمرو: کیوں نہیں۔

مسعود: پھر یہ بت کیا چیز ہے جس کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

عمرو: مسعود! میں اس کی ہر گز عبادت نہیں کرتا۔

مسعود: صرف لوگوں کو اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہو اور انہیں دین کی آزمائش میں ڈالتے ہو۔

عمرو: اگر انہوں نے صدق دل سے دین اسماعیل پر ایمان لایا ہوتا تو ان میں کوئی بھی اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ لیکن اب ان کے دلوں میں اس دین

Marfat.com

کی روح اور کشش ختم ہو چکی ہے اور صرف رسما باقی رہ گیا ہے۔ اگر میں ان کے پاس اس نئی شرع کو نہ لاتا تو میرے علاوہ کوئی دوسرا لے آتا اور وہ اس پر ایمان لے آتے جیسا کہ مجھ پر ایمان لے آئے۔ البتہ میں لوگوں کی نسبت اس میں داخل ہونے سے آزاد ہوں اور نہ میرا تابع ہونا ضروری ہے۔

مسعود: تم اپنی بزرگی کو واپس لوٹانا چاہتے ہو؟

عمرو: مسعود! کونسی بزرگی۔ آج سرزمین عرب پر کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ سے زیادہ مالدار ہو، مرتبہ میں مجھ سے فائق ہو اور عظمت و رفعت میں مجھ سے زیادہ ہو۔

مسعود: اور آخرت میں عمرو!

عمرو: میں اس دن ان لوگوں کی نسبت زیادہ برے ٹھکانے میں نہیں ہونگا جو میرے دین میں داخل ہوئے اور ہبل اور اس کے شرکاء کی عبادت کی۔ حالانکہ میں ان کی پوجا نہیں کرتا۔

مسعود: تم ہی تو ہو جس نے لوگوں کو اس برائی میں مبتلا کیا ہے اور گمان کرتے ہو کہ تم بچ جاؤ گے۔ پھر عمرو! اپنی قوم کو گمراہ کرنے کے بعد۔ کیا ان پر تیرا دل نرم نہیں ہوتا۔ ہمسائیگی کے حقوق بھی ہیں اور قرابتداری کا ناطہ بھی۔

عمرو: مسعود! کیوں نہیں۔ تیرے حق کی قسم! میں ان کے لیے بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ اب ان پر اس اللہ کی عبادت کرنا بہت گراں ہے جسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے۔ سو میں نے ان کے لیے یہ نظر آنے والا رب تجویز کیا اس سے انکے دل مطمئن ہیں اور دل میں شک نہ پڑنے

Marfat.com

سے آرام اور سکون میں ہیں۔

وہ اخلاص سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اپنی حاجات کو پورا کیے ہوئے پاتے ہیں۔ ان کے مصائب دور ہوتے ہیں، مال واسباب میں برکت آتی ہے۔

مسعود: عمرو! یہ تو نرا شیطان ہے جس نے تمہیں اپنی سواری بنالیا ہے۔

عمرو: کیا یہ اس سے بہتر ہوتا کہ شیطان میرے علاوہ کسی اور کو سواری بنالیتا اور شیطان کی سواری کی سواری ہوتا؟

مسعود: اللہ مجھے پناہ میں رکھے۔ فاسق لعین! میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ اے مردود شیطان۔

عمرو: جرھم بھائی! مجھے ملامت کرتے ہو۔ افسوس۔

مسعود: ہاں۔ تجھ پر اللہ کی لعنت بھی ہو اور ملامت کرنے والوں کی لعنت بھی ہو۔ اللہ کی قسم! میں لوگوں کے سامنے تیرے جھوٹ اور فریب کا راز فاش کرونگا۔ یہاں تک کہ وہ تجھے جھٹلا کر سنگسار کر دیں۔

عمرو: بھئی یہ نصیحت میں تمہیں کرتا ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ معبود برحق کی قسم! وہ تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے اور تجھے تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ کر رکھ دیں گے۔

مسعود: قسم بخدا مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں انہیں ضرور ڈراؤنگا تاکہ وہ دین اسماعیل کی طرف لوٹ آئیں۔

عمرو: جرھم بھائی! دین اسماعیل تو ختم ہو چکا۔ اب اس کی جگہ عمرو بن لحی کا دین لے چکا ہے۔

مسعود: ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم۔ دین اسماعیل کبھی ختم نہیں ہوگا۔ ابھی وہ میری

Marfat.com

قوم میں باقی ہے...... جرہم میں۔

عمرو: کل میں اپنا قاصد تیری قوم کی طرف بھیجوں گا وہ بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جس طرح دوسرے لوگ داخل ہوئے۔ پھر دیکھنا وہ کس طرح اس ریشمی دھاری دھار جبے کے کناروں کو چومتے ہوئے آتے ہیں (باہر نکلتے ہوئے جبے کو لہراتا ہے) میرے پیچھے سے اس کی طرف دیکھو اے جرہمی! کیا تیری آنکھ نے اس سے پہلے اس سے زیادہ عمدہ قیمتی اور خوبصورت جبہ دیکھا ہے؟

کل تو دوزخ کی آگ میں اپنے دامن کو گھسیٹے گا۔

(ہنستے ہوئے) پھر دوزخ والے مجھ سے حسد کریں گے۔

اس دن ریشم کی پوشاک نہیں ہو گی۔

عمرو: پھر کیا ہو گا؟

مسعود: مردود! تمہاری ہڈیاں اور آنتیں آگ میں جلیں گی حتیٰ کہ دوزخ والے اس کی بدبو سے اذیت اٹھائیں گے۔

عمرو: پھر تو میں ان کے لیے عذاب کا ڈنڈا ہو نگا۔ قدیم دوست! کل جب وہاں ملاقات ہو گی تو گلے ملیں گے۔ (باہر نکلتا ہے)

مسعود: (سخت طیش میں آتے ہیں) آہ!

جابر: (داخل ہوتے ہوئے) مسعود! بات چیت کیسی رہی؟

مسعود: ظالم کے شر سے بنی اسرائیل برباد ہو گئے۔ اللہ کی قسم میں اس شہر میں ایک گھڑی بھی نہیں ٹھہروں گا۔

جابر: آج تو میرے پاس ٹھہرو گے؟

مسعود: ہرگز نہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اس ناپاک جگہ میں مجھ پر رحمٰن کا عذاب

Marfat.com

نہ آجائے۔

جابر: بھائی! کیا ہوا۔ کیا تم کعبہ کے رب پر ایمان نہیں رکھتے؟

مسعود: جابر! کیوں نہیں؟

جابر: اللہ تعالیٰ ایک روز ضرور اس ہستی کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے اس حرم کو اس گندگی سے پاک کرے گی اور دین ابراہیم اور ملت اسماعیل کو پھر سے زندہ کرے گی۔

Marfat.com

غار والے

ایک روشن حقیقت کا بیان کہ

”رحم و کرم کا معاملہ کسی ایک ذات تک ہی محدود نہیں۔ پکارنے والا جب بھی پکارے، غم و آلام میں ڈوب کر یا ظلموں میں گھر کر اس کی فریاد سنی جاتی ہے۔ ظلمتیں، فریاد و فغاں کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ بشرطیکہ وہ سوز سے معمور ہوں۔ اجابت ان سے ہمکنار ہوگی۔ ان کے لیے رحمت کی آغوش کھلے گی۔“

(نشان راہ: ۲/ ۸۰)

Marfat.com

4۔ غار والے

(۱)

دو پہاڑوں کے درمیان تنگ وادی ہے۔ آسمان پر سیاہ گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں بجلی زور سے کڑک رہی ہے اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ تین آدمی ہیں جو وادی سے گزر رہے ہیں اور پہاڑ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان میں دو آگے ہیں اور تیز تیز چل رہے ہیں۔ تیسرا پیچھے ہے جو آہستہ چل رہا ہے۔ گو ایسے جیسے وہ اس خوفناک حالت سے بچنے کے لیے کوئی ترکیب سوچ رہا ہے۔

یوسف: ہارون! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تیز چلو۔

ھارون: (تھوڑا سا رکتے ہوئے) بھئی متی پیچھے ہے۔

یوسف: ہم کیا کریں وہ جان بوجھ کر سستی سے چل رہا ہے۔

ھارون: دوست کو پیچھے چھوڑنا غیر مناسب بات ہے یوسف! (اونچی آواز سے پکارتا ہے متی! متی!)

متی: (دور سے اس کی آواز آتی ہے) ھارون!

ھارون: بھئی! تم وہاں کیا کر رہے ہو۔ تیز چلو اور ہمارے ساتھ ملو۔

متی: تھوڑا انتظار کریں۔

یوسف: ہم انتظار کریں؟ یعنی ہم انتظار کریں اور سیلاب ہم تک پہنچ جائے اور پھر وادی میں ہلاک ہو جائیں۔

Marfat.com

ھارون: انتظار کرو بھئی! وہ دیکھو بھاگتا ہوا ہماری طرف آرہا ہے۔

متی: (متی آتا ہے بھاگنے کی وجہ سے ہانپ رہا ہے) دوستو! میری رائے یہ ہے کہ ہم یہیں کہیں رک جائیں، آگے نہ جائیں۔

یوسف: تاکہ جب سیلاب آئے تو ہمیں دبوچ لے۔ بھئی تم ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہو۔

متی: بلکہ اپنی حقیر رائے سے تم مارنا چاہتے ہو۔ سیلاب آگیا تو ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کا سامنا کر سکیں البتہ یہ قدرت میں ہے کہ اس سے بچ جائیں۔

یوسف: اس سے کیسے بچیں گے؟

متی: وہ اس طرح کہ دامن کوہ میں اس غار میں پناہ لے لیں۔
(دور سے سیلاب کی آواز سنائی دیتی ہے)

ھارون: سنو بھئی! یہ سیلاب آیا ہی آیا۔ یہ اس کی آواز ہے۔

متی: آؤ، جلدی چلیں۔

یوسف: مگر..... مگر غار کے دھانے پر یہ گرتی ہوئی چٹان۔

متی: اس سے کیا ہوگا؟

یوسف: تمہیں اس بات کا کوئی خدشہ نہیں کہ اگر یہ گر گئی تو غار کا منہ بند ہو جائیگا؟

متی: مدتوں سے یہ چٹان ایسے ہی قائم ہے۔ اس نے آج ہی گرنا ہے؟

یوسف: کون جانتا ہے؟

متی: (طیش میں آکر) پھر ہم سب مر جائیں گے اور تمہاری صحبت سے آرام پالیں گے۔

Marfat.com

یوسف: باز آؤ یار! یہ جھگڑے کا وقت نہیں۔ ہم غار میں ہی چل کر پناہ لیتے ہیں۔ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔

تینوں دامن کوہ میں تیزی سے چڑھتے ہیں۔

(۲)

تینوں غار میں داخل ہوتے ہیں۔ غار کے دھانے سے تھوڑی سی روشنی ان تک پہنچ رہی ہے۔ سیلاب کی آواز تیز ہو جاتی ہے۔

متی: اے صائب الرائے کیا خیال ہے؟ اگر ہم اس غار میں داخل نہ ہوتے تو یہ ہولناک سیلاب ہمیں تنکے کی طرح بہا کر لے جا چکا ہوتا۔

یوسف: اور جب یہ چٹان ہمیں اندر بند کر دے گی تو پھر؟

متی: (طنزیہ قہقہہ لگاتے ہوئے) تب میں تیری رائے کے درست ہونے کا اعتراف کر لوں گا۔

ھارون: یار چھوڑو۔ جھگڑے میں کوئی فائدہ نہیں۔ آؤ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس سے دعا کریں کہ ہمارا انجام بخیر کرے۔

غار کے دھانے کی طرف سے کھٹکھٹاہٹ سنائی دیتی ہے۔

ھارون: ہوں! یہ کیا؟

یوسف: یہ چٹان سرک رہی ہے۔ اور کیا؟

متی: اللہ تعالیٰ کی مرضی۔

یوسف: یہ لو دھانہ بند ہو گیا۔

غار کا منہ بند ہو جاتا ہے جس سے روشنی پہنچ رہی تھی۔ سو اب پوری طرح تاریکی چھا جاتی ہے۔

ھارون: لاحول ولا قوۃ الا باللہ

Marfat.com

یوسف: میں نہ کہتا تھا کہ یہ ویسے ہی کھڑی ہے گر جائے گی؟ آؤ بھئی متی دانشور! اب یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو۔

متی: اگر ہم وادی میں ہوتے تو یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

یوسف: اور ہمارا اب بھی ہلاک ہونا غیر یقینی نہیں۔

متی: یہ سب تمہاری نحوست سے ہوا ہے۔

یوسف: میری نحوست نے چٹان کو سرکایا ہے؟

متی: جی ہاں۔

ھارون: بھائیو! کافی ہو گیا ہے لڑائی جھگڑا۔ یہاں تک میرا خیال ہے کہ ہمیں اللہ کی طرف سے یہ سزا بھی تم دونوں کی اس لڑائی کی وجہ سے ملی ہے۔

یوسف: ھارون! مجھے ملامت کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ ملامت کرنی ہے تو اسے کرو۔

ھارون: یوسف! خدا کے لیے اب یہ بات چھوڑو بھی۔ متی کہاں ہے؟ متی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ چٹان ہٹا رہا ہو گا۔

متی: یوسف! مجھ پر طنز نہ کرو۔

ھارون: یوسف! تم باز نہیں رہ سکتے ہو؟

یوسف: میرے بھائی! میں طنز نہیں کر رہا ہوں۔ یہ پہاڑ کا ٹکڑا ہے سو آدمی بھی مل کر زور لگائیں تو اسے نہیں ہٹا سکیں گے۔

ھارون: متی آؤ اور میرے قریب بیٹھو۔ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی خاص مہربانی سے ہمارے لیے یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا نہیں کرتا ہم یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ یوسف! تم بھی قریب آ جاؤ......اور اپنا ہاتھ آگے کرو۔

Marfat.com

یوسف: یہ رہا ہاتھ۔

ھارون: (یوسف کا ہاتھ متی کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے) تم پہلے ایک دوسرے کے بارے میں دل سے صاف ہو جاؤ پھر ایک دوسرے کو معاف کرو۔ کیونکہ جب تک ہمارے درمیان یہ پھوٹ ہے اللہ تعالیٰ ہماری طرف ہرگز نظر رحمت نہیں فرمائیگا۔

یوسف: متی! مجھے معاف کردو۔

متی: میں نے معاف کیا۔ اور یوسف! تم بھی مجھے معاف کردو۔

یوسف: بھئی میں نے بھی تجھے معاف کیا۔

ھارون: الحمد للہ! اب دونوں میری بات غور سے سنو! میں نے اللہ کے مقبول بندوں سے سنا ہے۔ کہ مصیبت کی گھڑی میں رب سے دعا مانگنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کے سب سے نیک عمل کو یاد کرے اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔

متی: ھارون! تم آغاز کرو۔

یوسف: جی...... آپ ہم تینوں میں زیادہ نیک ہیں۔

ھارون: یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کون زیادہ صالح ہے۔ میں تو بڑا گنہگار اور خطاکار ہوں۔ اے باری تعالیٰ! میں نہیں جانتا کہ میں نے کوئی نیک عمل کیا ہو۔ البتہ بوڑھے والدین کی خدمت کی ایک نیکی میرے پاس ہے۔

متی: اسے ہی یاد کرو۔ بلاشبہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا افضل ترین عمل ہے۔

Marfat.com

ھارون: جب میں چراگاہ سے واپس گھر لوٹتا تو میری یہ عادت تھی کہ دودھ دھو کر سب سے پہلے بوڑھے والدین کو پلاتا۔ پھر بیوی بچوں اور گھر کے دوسرے افراد کو دیتا۔ ایک دن مجھے چراگاہ سے دیر ہو گئی اور میں رات گئے گھر واپس آیا۔ بیوی بڑی پریشانی سے میری راہ تک رہی تھی۔

(ہارون کے گھر کا منظر ہے۔ ہارون کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے۔ اور اس کے سامنے اس کی پیاری بیوی ہے)

بیوی: ھارون! آج تم نے دیر کیوں کر دی؟

ھارون: پیاری! چراگاہ بہت دور تھی سو میں دور تک چلا گیا۔ میرے ابو، امی کہاں ہیں؟

بیوی: انہوں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ یہاں تک کہ ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ سو گئے۔

ھارون: اچھا! وہ رات کا دودھ پینے سے پہلے ہی سو گئے۔

بیوی: جی ہاں۔ اور یہ جو دودھ تم نے دھویا ہے مجھے دے دو تاکہ میں بچوں کو پلاؤں۔ وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔

ھارون: ہر گز نہیں پیاری! میں ان سے پہلے کسی کو نہیں پلاؤں گا۔

بیوی: یہ اپنے بچوں کو پلا دو۔ جب وہ بیدار ہونگے تو اس وقت پھر دودھ دھولینا۔

ھارون: میں کسی طور پر اپنا معمول نہیں بدل سکتا۔

بیوی: پھر انہیں جگا کر پلا لو تاکہ میں اور بعد میں اپنے بچوں کو پلالوں۔

Marfat.com

ھارون: میں اس وقت ان کی نیند خراب کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔

بیوی: آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو۔

ھارون: میں یہاں کھڑا رہونگا۔ حتی کہ وہ نیند سے بیدار ہو جائیں اور میں ان کی خدمت میں دودھ پیش کروں۔

بیوی: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ پیالے کو اپنے پیٹ کے ساتھ اس طرح کیوں چمٹا لیا ہے؟

ھارون: پیاری! تاکہ دودھ گرم رہے تم بچوں کے پاس جاؤ۔

بیوی: میں ان کے پاس کیا کروں گی؟

ھارون: انہیں بہلاؤ تاکہ وہ سو جائیں۔

(غار کی طرف آتے ہیں)

متی: تمہارے ماں باپ کب بیدار ہوئے۔

ھارون: طلوع فجر کے وقت۔

یوسف: اور تم دودھ کا پیالہ لیے تمام رات کھڑے رہے۔

ھارون: جی ہاں۔ اور میں نے پیالے کو کپڑے کے نیچے پیٹ کے ساتھ لگائے رکھا۔

متی: بہت خوب! ھارون! والدین کے ساتھ اس طرح نیکی کوئی کم ہی کرتا ہے۔

ھارون: (عجز وانکساری سے دعا کے لیے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے اور کہتا ہے) اے باری تعالیٰ! اگر تو میرا یہ عمل تیری رضا کے لیے تھا۔ تو ہم سے اس بلا کو ٹال دے جس میں ہم گرفتار ہیں۔

متی: ہارون! دیکھو چٹان ہٹ گئی ہے۔

Marfat.com

یوسف: جی ہاں۔ وادی نظر آنے لگی ہے۔

ھارون: اللہ! تیرا شکر ہے۔

متی: لیکن ابھی ہم اس سے نکل نہیں سکتے۔

ھارون: اب تم دونوں کی باری ہے۔ اپنا کوئی نیک عمل یاد کرو۔

متی: یوسف! تم شروع کرو۔

یوسف: بلکہ تم شروع کرو۔ تم مجھ سے بہتر ہو۔

ھارون: کوئی بات نہیں۔ یوسف تم شروع کرلو۔

یوسف: میں کیا کہوں؟

ھارون: جو تم جانتے ہو اسے یاد کرو۔ دیکھو! کسی چیز کو حقیر مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حقیر پیدا نہیں کی۔

یوسف: میرے دل میں کچھ ہے تو سہی لیکن بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔

ھارون: اوہ بھئی! نیکی بیان کرنے میں شرم کیسی؟

یوسف: یہ میری ایک رشتہ دار کی عزت کا مسئلہ ہے۔

ھارون: ہم عہد کرتے ہیں کہ کسی پر یہ بات ظاہر نہیں کریں گے۔

یوسف: میری ایک چچازاد تھی۔ اس سے مجھے شدید محبت تھی۔ میں غریب تھا۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ کر دی۔ اس کی محبت میرے دل میں پروان چڑھتی رہی۔ میں حصول دولت میں کوشاں رہا اور خوب محنت و مشقت کی یہاں تک کہ میں بھی مالدار بن گیا۔ شیطان نے مجھے اکسایا کہ میں اسے دولت کا لالچ دوں سو وہ میرے پاس آنے لگی یہاں تک کہ میں ایک سال اسے تنگ کرتا رہا۔ ایک دن وہ مجھ سے مدد مانگنے آئی۔

Marfat.com

(یوسف کا گھر ہے)

یوسف: پیاری! خوش آمدید! لگتا ہے تم اپنے چچازاد سے راضی ہو گئی جو تیری محبت پر نازاں ہے آؤ اس نرم وملائم گدے پر بیٹھو۔

چچا زاد: یوسف! مجھے ساٹھ دینار چاہئیں جن کا تم نے وعدہ کیا تھا۔

یوسف: تم مجھے اپنے وصال سے نوازو گی؟

چچا زاد: جب تم چاہو۔

یوسف: لو۔ میں تمہیں مطلوبہ دیناروں سے دوگنا دیتا ہوں۔ ایک سو بیس دینار لو۔ پیاری! اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس سے زیادہ بھی دے سکتا ہوں۔

چچا زاد: نہیں اتنے ہی کافی ہیں بلکہ یہ بھی زیادہ ہیں۔

یوسف: یہ لو میرے دل کی تمنا۔ (دیناروں کی تھیلی دیتا ہے)

چچا زاد: یوسف! اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تیری اس نیکی سے میرے شوہر اور بچوں کو ایک بار پھر زندگی کی خوشی مل جائیگی۔

یوسف: مجھے امید ہے کہ تم اب کی بار اپنے شوہر کو نہیں بتاؤ گی۔

چچا زاد: تعجب ہے یوسف! کیا تم مجھے میرے شوہر کی غیرت دلاتے ہو حالانکہ وہ مجھے تمہاری غیرت نہیں دلاتا۔

یوسف: یہ تم کیسے کہتی ہو؟

چچا زاد: اس لیے کہ میں نے یہاں آنے کی اس سے اجازت لی تھی اور اس نے اجازت دے دی۔

یوسف: اس نے تمہیں اجازت دے دی؟

چچا زاد: جی ہاں۔ آنکھوں میں آنسو لائے ہوئے اس ڈر سے کہ بھوک سے اس کے بچے کہیں مر نہ جائیں گے۔

Marfat.com

(یوسف کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ لیکن اس پر ہوس کا بھوت سوار ہے وہ عورت کا ہاتھ پکڑتا ہے۔

یوسف: تب تو تمہارے شوہر نے تمہیں ہمارے لیے بھیجا ہے۔ آؤ میری محبوبہ! لطف اٹھائیں۔

چچا زاد: (اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں) میں تیری خواہش کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوں۔

یوسف: (اس کا ہاتھ چھوڑتا ہے) لیکن تو رو رہی ہے۔ کیوں؟

چچا زاد: میں اللہ سے ڈرتی ہوں جو دو جہاں کا پالنہار ہے۔

یوسف: (خوف سے کانپتا ہے) افسوس اے اللہ کی نعمت کو ٹھکرانے والے۔ تم مصیبت میں بھی اس سے ڈرتی ہو اور میں خوشحالی میں نہیں ڈرتا۔ اللہ کی قسم! میرا ہاتھ تمہارے کپڑوں کو اب کبھی نہیں چھوئے گا۔

چچا زاد: اور مال یوسف! وہ تم لے لو۔

یوسف: اللہ کی رضا کی خاطر وہ میں نے تمہیں ہبہ کیا...... اب اپنے بچوں کے پاس جاؤ۔

چچا زاد: لیکن میرا شوہر خیال کریگا کہ شاید تو نے......

یوسف: مجھے تمہارے شوہر سے کیا؟ میں اس سے نہیں ڈرتا میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں جو دونوں جہاں کا پالنہار ہے۔

(غار کی طرف آتے ہیں)

متی: اور وہ تجھ سے مال لیکر چلی گئی۔

یوسف: ہاں کیونکہ میرا دل اس کی محبت میں پگھلتا تھا۔ (عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرتا ہے) اے باری تعالیٰ! اگر تو میں نے یہ فعل تیری رضا کے

Marfat.com

لیے کیا تو ہمیں درپیش مصیبت سے نجات عطا کر۔

متی: (بلند آواز سے پکارتے ہوئے) چٹان ہٹ رہی ہے۔

ھارون: یااللہ تیرا شکر ہے۔

متی: یہ رہا آسمان۔ اب ہم آسمان دیکھ سکتے ہیں۔

یوسف: الحمد للہ۔

متی: لیکن افسوس! نکلنا اب بھی مشکل ہے۔

ھارون: متی! اب تم آؤ۔

متی: ایسا میرے پاس ایک ہی عمل ہے جس کے بارے میں مجھے اللہ سے امید ہے۔ مناسب تو یہی ہے کہ یہ میرے اور میرے رب کے درمیان راز ہے

یوسف: متی! اسے یاد کرو اور وسیلہ بنا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو۔

متی: میرے پاس ایک کھیت تھا۔ ایک دن زمین پر کام کے لیے میں نے اجرت پر کچھ مزدور لگائے۔ جب دن ختم ہوا تو میں نے سوائے ایک کے تمام کو ان کی اجرت دی۔ اس کا نام سلیمان تھا۔ اس نے اجرت کو کم سمجھتے ہوئے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس میں اضافہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن وہ مجھ سے ناراض ہو گیا اور چلا گیا۔ اس سے مجھے بڑا دلی دکھ ہوا۔ میں نے اسے ہر جگہ تلاش کیا۔ مجھے اس کا کہیں بھی نشان نہ ملا۔ سو مجھے خیال آیا کہ اس کی اس اجرت سے اس کے لیے پھل اگا لیتا ہوں۔ پھر کیا ہوا اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت عطا کی۔ وہ پروان چڑھتا رہا اور زیادہ ہوتا گیا۔ ادھر قحط سالی نے آ لیا۔ تمام مال خرچ ہو گیا۔ میرے پاس سلیمان کے سوا کوئی مال نہ رہا۔ میری بیوی مجھے اس کا مال لینے پر اکسانے لگی۔

(متی کا گھر ہے اور اس کے سامنے اس کی بیوی ہے)

Marfat.com

متی: ہر گز نہیں۔ تامار! یہ مزدور کا مال ہے۔

بیوی: تمہی نے اسے بویا اور اگایا ہے۔

متی: لیکن اصل حق تو اسی کا ہے۔ اللہ نے اسی لیے اس میں برکت ڈالی ہے۔ اگر میں اسے اپنے مال میں شامل کرتا تو یہ بھی ختم ہو جاتا۔

بیوی: ان چوپاؤں میں سے ایک بکری ہی لے لو۔ تاکہ عید پر ذبح کر لیں۔ آخر وسیع گھرانہ ہے۔

متی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں۔ میں ان میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک کہ ان کا مالک نہ آجائے۔

بیوی: اس کا مالک کب آئیگا۔ شاید وہ مر چکا ہو۔

متی: اگر وہ مر چکا ہو گا تو میں ان کے ورثا کا پتہ معلوم کرونگا اور مال ان تک پہنچاؤں گا۔

(غار کی طرف آتے ہیں)

یوسف: متی! پھر اس کے بعد اس مال کا مالک آیا؟

متی: ہاں۔ سلیمان پانچ سال بعد آیا۔

(متی کا نیا گھر)

سلیمان: متی...... متی...... کیا تم مجھے پہچانتے نہیں ہو؟

متی: کون؟ سلیمان؟

سلیمان: ہاں میں سلیمان ہوں۔ تمہیں میرا نام ابھی تک یاد ہے۔

متی: میرے بھائی تم کہاں رہے۔ میں نے تمہیں بہت تلاش کیا۔

سلیمان: تاکہ مجھے پھر اجرت پر لگائے اور میرا حق مارے۔

متی: بلکہ میں نے تو تمہیں تیرا حق دینا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہیں ہر جگہ

Marfat.com

تلاش کیا۔

سلیمان: چند کلو چاول دینے کے لیے جو میں نے تمہارے لیے چھوڑ دیئے تھے۔ متی تمہیں معلوم ہونا چاہیۓ کہ اللہ کے فضل سے آج مجھے ان چند کلو چاولوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

متی: آؤ۔ دیکھو۔ کیا تم نے یہ چوپائے اوران کے چرواہے دیکھے ہیں؟

سلیمان: ہاں۔ متی! تم میرے بعد مالدار بن گئے ہو۔

متی: ہر گز نہیں۔ سلیمان! یہ میرے نہیں ہیں۔ سب کے سب تمہارے ہیں۔ یہ پھل میں نے انہی چند کلو چاول سے حاصل کیا ہے۔ جسے تم نے ٹھکرا دیا تھا۔

سلیمان: یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

متی: یہ میرے پاس تیری امانت تھی۔ آج اپنی امانت لو اور مجھے اس کی حفاظت کے بوجھ سے نجات دلاؤ۔

سلیمان: متی! میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں آج غریب نہیں رہا کہ آپ کی طنز کا نشانہ بنوں۔

متی: اللہ کی قسم! میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔

سلیمان: کیا سچ ہے؟

متی: قسم بخدا! یہ تمام چوپائے تمہاری ملکیت ہیں۔

سلیمان: اللہ کی قسم! تم بڑے ایماندار ہو۔ متی میں مال کا نصف حصہ تمہیں دیتا ہوں۔

متی: نہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں اس سے کچھ نہیں لوں گا۔

سلیمان: متی! کبھی بھی تمہیں ضرورت پڑ سکتی ہے۔

متی: سلیمان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بے نیاز نہ کرتا تو میں اسے کیسے

Marfat.com

تمہارے لیے بچا کر رکھتا۔

الحمد للہ! میرے پاس خیر کثیر ہے۔

(غار کی طرف آتے ہیں)

یوسف: وہ تمام چوپائے ہانک کر لے گیا؟

متی: ہاں۔ میری بیوی مجھ سے ایک مہینہ تک ناراض رہی، اس نے مجھ سے بات تک نہ کی۔ اس وجہ سے کہ میں نے سلیمان کی پیشکش کو کیوں ٹھکرا دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔

ھارون: بہت خوب متی! قسم بخدا یہ میرے اور یوسف کے عمل سے بھی بڑا عمل ہے۔ اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ اس مصیبت سے نجات بخشے۔

متی: (عاجزی سے دعا کرتا ہے) اے باری تعالیٰ اگر تو میرا یہ عمل تیری رضا کے لیے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔

یوسف: (جوش سے) وہ دیکھو! چٹان اپنی جگہ سے ہٹ رہی ہے۔ اے اللہ! وہ لڑھک گئی ہے۔

(غار کا منہ پہلے زیادہ کھلتا ہے اور نیچے کی طرف چٹان کے لڑھکنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

ھارون: الحمد للہ! ہم بچ گئے! ہم بچ گئے!

تینوں: (خوشی اور فرحت کے ساتھ ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں اور کہتے ہیں) الحمد للہ! الحمد للہ!

Marfat.com

چھوٹی دیوار

ایک ایسے انسان کی کتاب زندگی کا حسین ورق

"بار خلافت سر پر آتے ہی جس کی طرز حیات بالکل بدل گئی۔ گھر آئے تو بار عظیم کی ذمہ داری سے چہرہ پریشان تھا۔ لونڈی نے حیران ہو کر پوچھا۔ خیر ہے؟ آج مسرت کا دن ہے پھر یہ تشویش کیسی؟ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تشویش ہو گی کہ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جو اس وقت مجھ سے حق طلب نہیں کر رہا۔ چاہے اس نے مجھے لکھا ہے یا نہیں اور زبانی طلب کیا ہے یا نہیں۔" (تاریخ اسلام: ۵۲۶)

Marfat.com

5۔ چھوٹی دیوار

عمر بن عبد العزیزؓ کا عہد خلافت ہے۔ جیزہ مصر میں دو چھوٹے سے گھروں کے درمیان متوسط درجے کا صحن ہے ان میں ایک گھر فرتونہ سوداء کا اور دوسرا فرتونہ بیضاء کا ہے۔ فرتونہ سوداء اپنے گھر کے دروازے کے آگن میں بیٹھی ہوئی دانے چھان رہی ہے کہ اچانک فرتونہ بیضاء کی آواز اس کے گھر کے اندر سے سنائی دیتی ہے۔

آواز: فرتونہ! اے کالی کلوٹی! اے کوئلہ! اے رات کی کالک!

السوداء: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس زبان دراز ظالم کے پڑوس سے کب نجات عطا کریگا؟

بیضاء: (سفید مرغا پکڑے داخل ہوتی ہے مرغا اس کے ہاتھوں میں چیخ رہا ہے) تم یہاں دانے چھان رہی ہو اور اپنے اس مرغ کو کھلا چھوڑ رکھا ہے جو میرے چوزوں کو چونچیں مار کر ان کے دانے کھاتا ہے۔

سوداء: بہن معاف کرنا۔ قسم بخدا! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ تمہاری دیوار پھاند گیا ہے۔

بیضاء: کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ اس لعنتی کو ڈربے میں بند رکھا کرو۔

سوداء: میں اسے پورا دن ڈربے میں بند نہیں رکھ سکتی۔

بیضاء: نہیں۔ تو نے اسے جان بوجھ کر چھوڑ رکھا ہے تاکہ میرے دانے کھائے۔

Marfat.com

سوداء: اس نے تیرے جتنے دانے کھائے ہیں ان کی جگہ ان دانوں سے جتنے چاہو لے لو۔

بیضاء: (تکبر آمیز لہجے میں) سنبھالو اپنے ان دانوں کو۔ تجھے کس نے کہا ہے کہ میں تیرے دانوں کی محتاج ہوں۔

سوداء: پھر میں تیرے لیے اور کیا کروں؟ اپنا کوئی مرغ لے آؤ تا کہ وہ میرے دانے کھالے۔

بیضاء: میرے پاس کوئی بھوکا مرغ نہیں۔ میرا باڑا دانوں سے بھرا ہوا ہے۔

سوداء: میرا باڑا کونسا خالی ہے وہ بھی بھرا ہوا ہے۔ الحمد للہ! لیکن یہ بدبخت اپنا اپنا خیر کثیر چھوڑ کر تیرے پاس جا کر منہ مارتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور؟ کمینہ کہیں کا!

بیضاء: اپنی مالکن کی طرح!

سوداء: بلکہ یہ تیری نسل کا ہے۔ تیری طرح سفید جو ہے۔

بیضاء: قسم بخدا! اگر میں نے دوسری مرتبہ اسے اپنے پاس دیکھا تو اس کی گردن دبوچ لوں گی۔

سوداء: عورت! اللہ سے ڈرا اور رحم کر۔

بیضاء: میں نے تمہیں تنبیہ کر دی ہے مجھے ملامت مت کرو۔

(شنودہ کاتب داخل ہوتا ہے)

شنودہ: بس کرو ذی اصبح کی پڑوسنو! بس کرو۔ تمہیں ہے کیا؟ ہمیشہ لڑتی جھگڑتی رہتی ہو۔ یہ کیسی زندگی ہے؟

سوداء: شنودہ! میں کیا کروں؟ یہ مجھے ہر وقت کچو کے لگاتی رہتی ہے۔ جیسے اس نے مجھ سے کوئی انتقام لینا ہے۔ کاش تو مجھے کوئی دوسرا مکان بتا دے

Marfat.com

تا کہ میں اس موذی عورت سے دور رہ سکوں۔

بیضاء: ایسی بھی کونسی پریشانی ہے؟ اسے کہو کہ تمہاری طرف سے امیر المومنین کے نام دمشق خط لکھے تا کہ وہ حلوان میں تجھے محل بنوادیں۔

سوداء: اوہو۔ مرغ کا قصہ ختم۔ خط کی کہانی شروع۔ بدقسمتی سے اب یہ رات تک جاری رہے گی۔

بیضاء: بلکہ میں یہ داستان عمر بھر دہراؤں گی۔ یہ بڑی دلچسپ ہے اس سے ہم نشین اور قصہ گو محظوظ ہوا کریں گے۔ (طنزاً ہنستی ہے) کس کا خط؟ جیزہ کی فرتونہ سوداء کا دمشق میں امیر المومنین کے نام۔ کس بات میں؟ اپنی چھوٹی دیوار کے بارے میں چاہتی ہے کہ امیر المومنین اپنے ماہر کاریگر بھیجیں تا کہ وہ اسے باڑہ بنادیں اور اس کی مرغیاں سنگ مرمر کے باڑے میں چگیں۔

سوداء: (اپنا غصہ پیتے ہوئے) جتنا چاہو مذاق کرلو، میں ہرگز نہیں بولوں گی۔ میں گھر تیرے لیے چھوڑ کر اپنی ایک ہمسائی کی طرف جارہی ہوں۔ (اپنے گھر کا دروازہ بند کرتی ہے اور نکلنے لگتی ہے)

شنودہ: اور میں بھی جارہا ہوں۔

بیضاء: شنودہ! تھوڑا سا ٹھہرو۔

شنودہ: فرتونہ! مجھے روزی کمانے دو۔

بیضاء: میں تجھ سے اپنا ایک خط لکھوانا چاہتی ہو ...... ٹھہرو۔ (پھر فرتونہ سوداء سے) دور نہ جانا امیر المومنین کا قاصد جواب لیکر آتا ہی ہوگا۔ کہیں وہ تمہیں غائب نہ پائے۔

سوداء: اگر وہ آئے تو تم خود ہی جواب لے لینا۔ (غصے سے نکلتی ہے)

Marfat.com

بیضاء: (زور سے بولتی ہے تاکہ وہ سن لے) اسے میں لوں؟ میں دیوانی ہوں؟ کوڑے لگانے والا کوڑے تیری پشت کی بجائے میری پشت پر لگائے؟

شنودہ: فرتونہ! اسے اس طرح ڈرانے کا تجھے کوئی حق نہیں۔

بیضاء: اگر امیر المومنین کا سپاہی نہ آیا تو میں کل اپنے سر کے بال کٹوادوں گی، وہ اسے بالوں سے گھسیٹ کر حوالات میں لے جائے گا۔

شنودہ: یہ ناممکن ہے۔

بیضاء: میں اپنی ان آنکھوں کی پلکیں نوچ لوں گی اگر انہوں نے اس کا خط لکھنے والے کے بارے میں نہ پوچھا۔ تاکہ وہ اس کے ہاتھ کاٹیں۔

شنودہ: یہ غیر معقول بات ہے۔

بیضاء: تیرے نزدیک غیر معقول ہے۔ تم امیر المومنین کے مقام اور ان کی بے ادبی کی سزا کو نہیں جانتے۔ شنودہ! مجھے بتاؤ کیا تم اپنے بائیں ہاتھ سے بھی لکھ لیتے ہو؟

شنودہ: نہیں۔ صرف دائیں ہاتھ سے۔

بیضاء: نوجوان! تیری زندگی ختم۔

شنودہ: (کچھ خوف سا طاری ہوتا ہے) لیکن میرا گناہ کیا ہے۔ خط میرا تو نہیں۔

بیضاء: تو نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

شنودہ: اجرت پر۔ یہ میرا پیشہ ہے اسی سے میں گزر بسر کرتا ہوں۔

بیضاء: تجھ پر فرض تھا کہ اسے مناسب، غیر مناسب طریقے سے سمجھانے کی کوشش کرتا وہ تو جاہل اور احمق ہے اور تم پڑھے لکھے، عقل بھی رکھتے ہو اور فہم بھی۔

Marfat.com

شنودہ: میں نے خط پر کبھی اپنا نام نہیں لکھا۔ سپاہیوں کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں نے لکھا ہے۔

بیضاء: تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ میں انہیں تیرے بارے میں بتا دوں گی۔

شنودہ: فرتونہ! مہربانی کر ایسا نہ کرو۔ اللہ تجھ پر کرم کرے گا۔ تو میرا گھر اجاڑنے پر کیوں تلی ہوئی ہے؟ کیا میں نے آج تیرے ساتھ کوئی برائی کی ہے؟

بیضاء: اگر تم نہ ہوتے تو یہ کالی کلوٹی بڑی نہ بنتی اور نہ لوگوں کے سامنے باچھیں کھول کر انہیں بتاتی کہ اس نے امیر المومنین کو خط بھیجا ہے اور اس کا خط امیر المومنین کا قاصد دمشق لے گیا ہے۔

شنودہ: اگر میں نہ لکھتا تو وہ کسی اور سے لکھوا لیتی۔

بیضاء: ہرگز نہیں۔ اسے تیرے سوا کوئی احمق نہ ملتا جو اس جرم کے ارتکاب میں اس کی مدد کرتا۔

شنودہ: لیکن جو کاتب اجرت پر لکھتے ہیں۔ وہ لوگوں کے لیے لکھے ہوئے خطوط کے بارے میں جوابدہ نہیں ہوتے۔

بیضاء: ماشاء اللہ! جب میں تجھے امیر المومنین کی ہجو لکھواؤں گی، تم اسے لکھو گے، میں اسے قاصد کے ذریعے بھیجوں گی۔ امیر المومنین تجھے سزا نہیں دیں گے بلکہ تجھے اعلیٰ انعام دینے کا حکم جاری کریں گے؟

شنودہ: لیکن میں نے جو کچھ اس کے خط میں لکھا ہے وہ امیر المومنین کی ہجو تو نہیں۔

بیضاء: اس کے اور ہجو کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اللہ کی قسم اگر کالی فرتونہ یہ خط مجھے بھیجتی تو میں اسے اپنی شان کی توہین شمار کرتی۔

Marfat.com

شنودہ: فرتونہ! لوگ کہتے ہیں کہ جناب عمر بن عبدالعزیز عادل اور مہربان ہیں۔

بیضاء: ہاں لیکن کیا عادل اور مہربان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے منصب کا لحاظ اور آداب کا پاس نہ کیا جائے؟ تیرے نزدیک بادشاہ کا کوئی مقام نہیں؟

شنودہ: (شنودہ سامنے والی گلی میں دیکھتا ہے) وہ کیا! یہ تو گلی میں سپاہی آ رہا ہے۔

بیضاء: میں نے تمہیں کہا نہیں تھا؟ میرا خیال ہے یہ کسی امیر کا خچر ہے۔

شنودہ: یہ امیر ایوب بن شرحبیل ہیں۔ فرتونہ! مہربانی کر کے میرا پردہ رکھنا۔ اللہ تمہارا پردہ رکھے گا۔ میں تمہیں ایک خط مفت لکھ دوں گا۔

بیضاء: پھر دروازے کی اوٹ میں ہو جاؤ تاکہ وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں۔ (شنودہ دروازے کے پیچھے چھپ جاتا ہے)

(امیر ایوب بن شرحبیل صحن کی طرف آتے ہیں)

ایوب: اہل خانہ! السلام علیکم

بیضاء: وعلیکم السلام

ایوب: کیا یہ ذی اصبح کی پڑوسن فرتونہ کا گھر ہے؟

بیضاء: جی جناب (سپاہی امیر کے پاس آتا ہے)

ایوب: (سپاہی سے) خچر کہیں بھاگ نہ جائے۔

سپاہی: جناب! میں نے اسے باندھ دیا ہے۔

ایوب: کیا تم ذی اصبح کی پڑوسن فرتونہ ہو۔

بیضاء: (پس و پیش کرتے ہوئے) ہاں جناب...... نہیں نہیں سرکار

ایوب: افسوس! اپنی دیوار مرمت کرانے کے لیے کیا تمہی نے امیر المومنین کو

Marfat.com

خط نہیں لکھا؟

بیضاء: سرکار! مجھے معاف رکھیں، بھلا میں ایسا کر سکتی ہوں؟ میں یہ جرم کیوں کروں؟

ایوب: (تعجبیہ انداز میں ہنستا ہے) بی بی مجھ سے ڈرو مت۔ میں امیر المومنین کے حکم سے تمہاری دیوار کی درستگی کے لیے آیا ہوں۔

بیضاء: (سوچتے ہوئے) سرکار! معذرت مجھے وہم پڑ گیا تھا۔

ایوب: کیسا وہم؟

بیضاء: میں نے گمان کیا کہ شاید امیر المومنین خط سے ناراض ہو گئے ہیں اور آپ......

ایوب: ہرگز نہیں۔ بلکہ امیر المومنین نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تیرے پاس خود جاؤں اور تیری ضرورت کو پورا کروں۔

بیضاء: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ سرکار! میں ہی خط بھیجنے والی ہوں۔

شنودہ: (دروازے کے پیچھے سے ظاہر ہوتا ہے) جناب! اس کی باتوں میں ہرگز نہ آیئے۔

یہ خط بھیجنے والی نہیں ہے۔ یہ میں نے ہی امیر المومنین کے نام خط لکھ کر دیا تھا۔

ایوب: (حیرانگی سے) اور تو کون ہے؟

شنودہ: میں شنودہ فیومی ہوں۔ لوگوں کو اجرت پر لکھ کر دیتا ہوں۔

ایوب: کیا تو نے اس کے لیے خط نہیں لکھا تھا؟

شنودہ: نہیں جناب، بلکہ فرتونہ سوداء کے لیے لکھا تھا۔

Marfat.com

ایوب: ذی اصبح کی پڑوسن

شنودہ: ہاں وہ بھی ذی اصبح کی پڑوسن ہے۔

ایوب: وہ کہاں ہے؟

شنودہ: میں ابھی آتا ہوں۔

(شنودہ باہر نکل جاتا ہے)

سپاہی: افسوس اے عورت تو نے امیر المومنین کے عامل کے سامنے جھوٹ بولا ہے؟

ایوب: عمرو! چھوڑو، چھوڑو اسے

بیضاء: (شرمندگی میں) سرکار! مجھے معاف کردیں۔

ایوب: اگر تو مجھے سچ بات بتائے تو میں تجھے معاف کردونگا۔ تو نے ایسا کیوں کیا؟

بیضاء: میں پہلے سمجھی کہ فرتونہ نے امیر المومنین کے نام خط لکھ کر آداب کی پاسداری میں جو کوتاہی کی ہے، آپ اسے اس کی سزا دینے آئے ہیں۔ پھر جب مجھے یہ علم ہوا کہ آپ اس کی دیوار درست کرنے آئے ہیں تو مجھے طمع ہوئی کہ آپ میری دیوار بھی درست کریں۔ وہ بہت چھوٹی ہے، چور پھلانگ کر آجاتے ہیں اور مرغیاں چرالیتے ہیں۔

ایوب: اور تمہارا نام بھی فرتونہ ہے؟

بیضاء: ہاں، سرکار! لوگ مجھے فرتونہ بیضاء اور اسے فرتونہ سوداء کہتے ہیں۔

(فرتونہ سوداء داخل ہوتی ہے اور اس کے ساتھ شنودہ ہے)

شنودہ: سرکار! یہ ہے وہ...... یہ خط بھیجنے والی ہے۔

(وہ حاضرین کے چہروں پر نگاہ ڈالتی، گویا کہ اسے اس معاملہ میں شک ہے)

Marfat.com

ایوب: (خط نکالتا ہے) فرتونہ! یہ امیر المومنین کا تمہارے نام جوابی خط ہے۔

سوداء: (بڑبڑاتی ہے) امیر المومنین کا جوابی خط؟ میرے نام؟

ایوب: ہاں۔ اپنے اس کاتب سے کہو کہ تمہیں پڑھ کر سنائے۔

سوداء: جی سرکار! ۔

ایوب: شنودہ! پکڑو اور پڑھ کر سناؤ۔

شنودہ: (خط لیتا ہے اور پکڑتا ہے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے ذی اصبح کی پڑوسن فرتونہ سوداء کی طرف۔ مجھے تمہارا خط پہنچا، تو نے دیوار کے چھوٹے ہونے اور چوروں کے داخل ہو کر مرغیاں چرانے کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ایوب بن شرحبیل کو حکم نامہ لکھ دیا ہے جس میں اسے میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تیری دیوار بنادے تاکہ تم خدشات سے محفوظ ہو جاؤ۔ انشاء اللہ۔ والسلام

سوداء: (فرتونہ بیضاء کے گھر خوشی سے جھومنے لگتی ہے رقص کرتی ہے، گنگناتی ہے) امیر المومنین کی طرف سے مجھے سلام آیا۔

سپاہی: (جھڑکتا ہے) چھوڑو! اے عورت! امیر محترم تیرا رقص دیکھنے نہیں آئے۔

سوداء: رومیہ تو نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

ایوب: بس، فرتونہ! کافی ہے۔

بیضاء: (ٹھنڈی آہ بھرتی ہے) سرکار! اسے آپ کہیں۔ یہ کسی کے مقام کا لحاظ نہیں کرتی۔

سوداء: (زمین کو پاؤں سے بجاتی ہے، ہتھیلی کو ہتھیلی پر مارتی ہے اور خوشی سے چلاتی ہے) رومیہ! تو نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ امیر

Marfat.com

المومنین کی طرف سے تجھے سلام آیا ہے۔

ایوب: (غصے اور ہنسی کے ملے جلے لہجے میں) بس کرو عورت! تمہارے اس فعل سے امیر المومنین خوش نہیں ہونگے۔

سوداء: معاف کرنا سرکار! امیر المومنین کے خط کی خوشی نے مجھے اس قدر سرشار کر دیا کہ مجھے اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔

ایوب: (نرم ہوتے ہوئے) کیا تیرے پاس بہت سی مرغیاں ہیں؟

سوداء: الحمد للہ! جناب! میرے پاس بہت سی عمدہ قسم کی مرغیاں ہیں آپ دیکھنا پسند کریں گے آئیں۔ اس کھڑکی سے دیکھیں۔

ایوب: (کھڑکی کے پاس آکر دیکھتا ہے) ماشاءاللہ، ماشاءاللہ۔

سوداء: اگر چور چرا کر نہ لیجاتے تو اس سے بھی زیادہ ہوتیں۔

ایوب: انشاءاللہ کل ہم آدمی بھیجیں گے جو تمہاری دیوار کو درست کر دے گا۔ پھر اسے کوئی پھلانگ نہیں سکے گا۔

بیضاء: (شرمندگی سے سر جھکائے ایوب کے پاس آتی ہے) سرکار! میری یہ دیوار؟ یہ بھی تو چھوٹی ہے اللہ آپ کی اصلاح کرے، آپ اسے درست نہیں کرائیں گے؟

سوداء: (غصے سے) جناب! ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ آپ میرے خرچ پر ہی اس کی دیوار بھی درست کر دیں۔

ایوب: (ہنستے ہوئے) بلکہ امیر المومنین کے خرچ پر۔

سوداء: امیر المومنین اس کو پسند نہیں کریں گے۔ کاتب کو اجرت تو میں نے دی ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے، پوچھ لیں۔

شنودہ: ہاں۔ سرکار!

Marfat.com

ایوب: فرتونہ! اسے کتنی اجرت دی ہے۔

سوداء: دو درہم۔

ایوب: ایک درہم تیری طرف سے ہوا۔ اور ایک درہم اس کی طرف سے۔

بیضاء: جناب! آپ نے کیا عمدہ انصاف کیا (درہم نکالتی ہے) یہ لو درہم!

سوداء: (اس سے منہ پھیر لیتی ہے) ہرگز نہیں۔ میں اس کا کیوں درہم لوں؟ میں کبھی بھی اس بات پر خوش نہیں ہوں گی کہ اسے میرے ہاتھ سے کوئی بھلائی حاصل ہو۔

ایوب: افسوس! تجھ پر ہمسائیگی کا حق رکھتی ہے اور ایک مالک ہونے کی قرابت کا حق بھی ہے سو وہ تمہاری بہن ہے۔

سوداء: میری بہن؟ ہرگز نہیں سرکار! یہ ہمیشہ مجھے عار دلاتی ہے، میرا تمسخر اڑاتی ہے۔ حقیر سمجھتی ہے۔ آپ ہمسایوں سے پوچھ لیں۔

بیضاء: جناب! اس کی بات نہ مانیئے گا۔ یہ جھوٹ بولتی ہے۔

ایوب: (اسے ڈانٹتا ہے) تیرا برا ہو۔ میرے سامنے پھر جھوٹ بولا۔ آئندہ جھوٹ مت بولنا۔ بی بی! اپنے رب سے توبہ کرو۔ اور یاد رکھو تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں رنگ، مال اور نسب کے لحاظ سے کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ برتری صرف تقویٰ کی بناء پر ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

بیضاء: (روتی ہے) سرکار! میں توبہ کرتی ہوں۔ میں کبھی بھی زبان پر ایسا کوئی لفظ نہیں لاؤں گی جس سے اسے اذیت پہنچے۔

ایوب: اس سے راضی ہو جاؤ جب تک تم اس سے راضی نہیں ہو جاؤ گی میں تمہاری دیوار نہیں بناؤں گا۔

Marfat.com

بیضاء: (اپنی سہیلی کی طرف آتی ہے اور اس کے سر کو چومتی ہے) میری بہن! مجھے معاف کر دو۔ خدا کی قسم میں اب کبھی کوئی ایسی بات نہیں کروں گی جسے تو ناپسند کرے۔

سوداء: اور مرغ، کیا تو اس کی گردن مارے گی اگر وہ دوبارہ تمہاری دیوار پر چڑھ گیا؟

بیضاء: میری بہن! بالکل نہیں۔ وہ جو چاہے کرے میں اسے کچھ نہیں کہوں گا۔

ایوب: فرتونہ! یہ مرغ کا کیا قصہ ہے۔

سوداء: سرکار! میرے پاس ایک سفید مرغ ہے۔ بڑا کمینہ نفس ہے، اپنے باڑے کے وافر اور عمدہ دانے چھوڑ کر اس کے بارے میں چگنے چلا جاتا ہے۔

بیضاء: جناب! آپ نے سنا؟ اب یہ مجھے جتا رہی ہے اور مجھے میرے رنگ کی عار دلا رہی ہے۔

ایوب: افسوس! فرتونہ! تجھے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔

سوداء: سرکار! میری توبہ۔ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔ (بیضاء کے سر کو چومتی ہے) میری بہن! مجھے معاف کر دے، تیرا مجھ پر حق ہے۔ تو مجھے عار دلا نہ میں تجھے عار دلاتی ہوں۔ تو مجھے حقیر سمجھ نہ میں تجھے حقیر سمجھتی ہوں۔ اتفاق؟

بیضاء: اتفاق۔

سوداء: شنودہ! تم گواہ رہنا۔

ایوب: (ہنستا ہے) عمرو! میرا خچر لاؤ۔

Marfat.com

ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا پڑوسی

اس عظیم ہستی کے حسن خلق اوراعلیٰ کردار کی ایک جھلک:
جو علم و حکمت میں ایک بحر ناپیدا کنار اور زہد و تقویٰ میں نادر روزگار تھی۔ جس کے بارے میں خلف بن ایوب ببانگ دھل کہا کرتے تھے۔

"اللہ تعالیٰ سے علم حضور ﷺ تک پہنچا وہ علم آپ ﷺ نے صحابہ کرام تک پہنچایا۔ صحابہ کرام نے تابعین کو اور تابعین سے وہ علم امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ حق یہی ہے خواہ اس پر کوئی راضی ہو یا ناراض۔

(تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۶)

Marfat.com

6۔امام ابو حنیفہؒ کا پڑوسی

(ا)

امام ابو حنیفہؒ کے گھر کا ایک کمرہ ہے، چھوٹا سا دیا جل رہا ہے، امام مصلیٰ پر تشریف فرما ہیں، پڑوسی کی آواز سنتے ہیں۔ جو بڑی درد بھری آواز میں گا رہا ہے۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو، یا درمیاں رہے

امام کے چہرے پر ہمدردی اور غمگساری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں پھر ان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا ہے، وہ خود کلامی کے سے انداز میں فرماتے ہیں۔

امام: اے اللہ! میرے پڑوسی کو ہدایت نصیب فرما اور اس کو توبہ کی توفیق عطا کر۔ بلاشبہ تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(امام نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور پورے خشوع کے ساتھ نماز کے لیے تکبیر کہتے ہیں۔ پڑوسی کی آواز برابر جاری ہے اور وہ شعر گنگنائے جا رہا ہے، لیکن جناب ابو حنیفہؒ نماز میں مستغرق ہیں۔ جیسے آپ آواز کو ذرا بھی نہیں سن رہے ہیں۔)

Marfat.com

(۲)

(پڑوسی عاصم بن عبد العزیز کے گھر کا معمولی سا کمرہ ہے۔عاصم ایک بوسیدہ چٹائی پر بیٹھا ہے، اس کے سامنے شراب کی صراحی پڑی ہے۔وہ پی رہا ہے اور گا رہا ہے۔)
(اس کی بیوی غصے میں داخل ہوتی ہے)

بیوی: اے آدمی! کیا رات بھر تجھے شراب پینے اور مستی کرنے سے شرم نہیں آتی؟

عاصم: کیا تو چاہتی ہے کہ میں دن کے وقت شراب پیوں، پھر تیرے اور تیرے بچوں کے لیے رزق کون کمائے گا؟

بیوی: ہمارے لیے پہلے کو نسا رزق کماتے ہو، جو کچھ کماتے ہو وہ شراب پر پھونک ڈالتے ہو۔

عاصم: میں دن کو اسی میں تو مست ہو کر کام کرتا ہوں۔

بیوی: بلکہ جب سے شیطان نے تجھے شراب کی لت ڈالی ہے تیرا کام ٹھپ اور مال تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

عاصم: اے عورت! حقائق کو بدلو مت۔ جب سے کاروبار مندا ہوا ہے اور مال میں گھاٹا پڑا ہے تب سے شراب کی عادت پڑی ہے۔اب اپنے بستر پر جاؤ گی یا تمہیں بھی شراب کا ایک جام پلاؤں تاکہ تو بھی کچھ لطف اٹھالے۔

بیوی: عاصم! میرے ساتھ یہ مذاق نہ کرو۔ تمہیں یاد ہے یہ تیسرا مہینہ ہے اور ابھی تک گھر کا کرایہ نہیں دیا۔

عاصم: (لاپرواہی سے) ایک ہی مرتبہ تمام ادا کر دیں گے۔

Marfat.com

بیوی: مگر کب؟

عاصم: جب حالات کچھ سازگار ہو جائیں گے۔

بیوی: گھر کا مالک ہرگز صبر نہیں کرے گا۔

عاصم: پھر وہ اپنا سر دیوار پر پٹخ لے۔ (دوبارہ گنگنانے لگتا ہے)

بیوی: تب اپنی آواز تو آہستہ رکھو۔ کیوں اپنے پڑوسیوں کو تنگ کرتے ہو

عاصم: میرے پڑوسی! اب تو وہ تمام کے تمام سو رہے ہونگے۔

بیوی: تیرے پڑوس میں امام ابو حنیفہ بھی تو ہیں۔ جو رات کو تہجد ادا کرتے ہیں۔

عاصم: مجھے ان سے کیا غرض؟ ہم میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی تہجد ہے۔

بیوی: بہت برے ہو تم۔ یہ گانا گا کر ان کی نماز اور تلاوت میں مخل ہوتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی۔

عاصم: میں اپنے گھر میں ہوں، آزاد ہوں، جو چاہوں کروں، اگر وہ میری آواز سے تنگ ہوتے ہو تو وہ یہ مکان بدل لیں اور مجھ سے دور کسی دوسرے مکان میں رہ لیں۔

بیوی: ہائے افسوس! تم نہیں سمجھو گے۔

عاصم: میں نہیں سمجھوں گا۔ کیوں؟

بیوی: اگر یہ ابو حنیفہ نہ ہوتے تو مالک مکان ہمیں پچھلے ماہ ہی نکال دیتا۔

عاصم: وہ کیسے؟

بیوی: وہ اس لیے کہ ابو حنیفہ ہی تو ہیں جنہوں نے ہمارا تین ماہ کا کرایہ ادا کیا ہے۔

عاصم: (بیہودگی اور گستاخی سے) جانتی ہو وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔

بیوی: کیوں کرتے ہیں؟ بتاؤ!

اس لیے کہ انہیں میرا گانا بہت پسند ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ وہ میری

Marfat.com

خوبصورت سریلی آواز سننے سے محروم ہوں۔ (گانے لگتا ہے)
(بیوی نا امید ہو کر روتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھ کر باہر نکل آتی ہے۔)

(۳)

(حسب عادت امام ابو حنیفہ تیسری رات بھی تہجد کے لیے اٹھتے ہیں۔ جب آپ دو نفل پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں تو ام حنیفہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں۔)

ام حنیفہ: حضور معاف فرمانا۔ اگر کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے تو سحری کا وقت شروع ہو چکا ہے۔

ابو حنیفہ: شکریہ ام حنیفہ۔ آؤ

ام حنیفہ: میں آپ کی سحری کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔

ابو حنیفہ: پہلے میرے پاس آؤ اور مجھے بتاؤ کہ ہمارے پڑوسی لوہار کا کیا حال ہے؟ کیا تو آج اس کی بیوی کو ملی ہو؟

ام حنیفہ: کیوں نہیں حضور۔ آپ کے حکم کے مطابق میں اس سے آج ملی تھی۔ وہ بیمار ہے اور بستر علالت پر پڑی ہے۔

ابو حنیفہ: ہوں۔ اب پتہ چلا۔ اسی وجہ سے تو اس کے شوہر کی آواز دو راتوں سے نہیں آ رہی تھی۔

ام حنیفہ: جناب یہ بات نہیں۔ وہ تو اپنے شوہر کے بارے میں جانتی ہی نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ دو دن پہلے گھر سے باہر نکلا تھا پھر لوٹ کر واپس نہیں آیا۔

ابو حنیفہ: اور اسے اس کے بارے میں کوئی خبر؟

Marfat.com

ام حنیفہ: کوئی نہیں۔

ابو حنیفہ: بے چاری مسکین!

ام حنیفہ: بے چاری نے اس سے اور اس کی خرمستیوں سے آرام تو پایا۔

ابو حنیفہ: ام حنیفہ! وہ اس کا شوہر اور اس کے بچوں کا باپ ہے۔

ام حنیفہ: وہی تو اس کی بیماری کا سبب بنا ہے۔

ابو حنیفہ: ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم اسے تلاش کریں۔ کاش مجھے اس بات کا پہلے علم ہوتا۔

ام حنیفہ: اگر آپ چاہتے ہی ہیں تو پھر اپنے شاگر ابو یوسف کو اس کی تلاش میں بھیج دیں۔

ابو حنیفہ: ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ کام ابو یوسف ہی کر سکتا ہے۔ اور مناسب بھی وہی ہے۔

(۴)

(دوپہر کا وقت ہے، ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے گھر داخل ہوتے ہیں۔ امام انہیں بڑے اشتیاق سے ملتے ہیں۔)

ابو حنیفہ: ابو یوسف! کچھ پتا چلا۔

ابو یوسف: جی حضور۔

ابو حنیفہ: خدا کرے اچھی خبر ہو۔

ابو یوسف: حضور! پتا چلا ہے کہ رات کے چوکیداروں نے اسے راستے میں شراب پیتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سوانہوں نے اسے پکڑا اور حوالات میں بند کر دیا۔

ابو حنیفہ: لاحول ولا قوۃ الا باللہ: اس نے گھر سے باہر شراب کیوں پی؟

ابو یوسف: جناب! وہ بڑا خرمست اور آوارہ منش ہے اندر باہر شراب کے جام پر

Marfat.com

جام لنڈھاتا ہے۔

ابو حنیفہ: مسکین بے چارہ! اللہ رحم کرے۔ آؤ جناب امیر عیسٰی بن موسیٰ کے پاس اس کی سفارش کے لیے چلیں۔

ابو یوسف: جناب! کئی مرتبہ جناب امیر نے فقط آپ کے اعزاز و اکرام کی خاطر آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے، لیکن آپ نے انہیں ملاقات کا شرف نہ بخشا۔ اور آج آپ ایک فاسق نشئی کی سفارش کیلئے اس کے پاس جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے لوگوں کو دور رکھے۔

ابو حنیفہ: یعقوب! کیا تجھے اس پر کوئی اعتراض ہے۔

ابو یوسف: ہاں حضور! دین ہے ہی نصیحت۔ چاہے نصیحت کرنے والا یعقوب اور سننے والا ابو حنیفہ ہو۔

ابو حنیفہ: تو نے سچ کہا۔ لیکن اس میں برائی کیا ہے؟

ابو یوسف: اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد میں سفارش کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

ابو حنیفہ: یعقوب! میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ اس پر لگنے والی حد پر میں ہرگز سفارش نہیں کروں گا۔ میں تو اس پر حد کے نافذ ہونے کے بعد اس کی رہائی کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔

ابو یوسف: وہ قید ہی کے لائق ہے۔ گانا گا کر سوئے ہوؤں کو پریشان کرتا تھا۔

ابو حنیفہ: اس کی آواز بڑی میٹھی اور رسیلی تھی کہ سونے والا اس سے راحت پاتا تھا، دکھی مریض انس حاصل کرتے ہیں کئی مرتبہ اس کی آواز سے مجھے بھی رات کو سرور آیا۔

ابو یوسف: حضور! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ وہ گانا گاتے ہوئے رات بھر شراب پیتا تھا۔

ابو حنیفہ: (غصے سے) امیر کے پاس میرے ساتھ چلو گے یا میں اکیلا جاؤں۔

Marfat.com

ابو یوسف: حضور! میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔ لیکن اس اطمینان کے بعد کہ آپ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

ابو حنیفہ: یعقوب! اس کی بیوی اور بچے ہیں۔

ابو یوسف: مجھے معلوم ہے۔ بیوی بچوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان پر آپ خرچ کرتے ہیں اور وہ اپنا مال شراب پینے پر اڑاتا ہے۔

ابو حنیفہ: نوجوان! اس ہمسائے کے مجھ پر بڑے احسان ہیں۔ مروت اور اخلاق کا تقاضا ہے کہ میں ان کا بدلہ چکاؤں۔

ابو یوسف: بڑی عجیب بات ہے ایسے کونسے احسانات ہیں جو اس شرابی نے جناب ابو حنیفہ پر کیے ہیں۔

ابو حنیفہ: یعقوب! آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میری کوئی بات بھی تم ماننے کے لیے تیار نہیں ہو۔

ابو یوسف: نہیں حضور ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں تاکہ مجھ پر حقیقت حال واضح ہو جائے۔

ابو حنیفہ: (غصے سے) اب سنو اور سمجھو! میں نے دل میں سوچا کہ جب یہ پڑوسی نیند سے بے نیاز پوری رات شعر کو گنگناتے گزار دیتا ہے حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی ثواب کی امید ہے نہ لوگوں سے معاوضہ ملنے کی توقع ہے۔ پھر میں کیوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرنے اور سجدہ ریز ہونے کو بوجھ سمجھوں، میں کیوں نہ اللہ کی عبادت کروں، اس کے حضور کیوں نہ اپنی نیازمندیاں پیش کروں اور اس سے خیر و بھلائی کی امید رکھوں؟

ابو یوسف: یہ ایک احسان ہوا۔ اور اس کے علاوہ۔

Marfat.com

ابو حنیفہ: میرے دل میں یہ بات بھی آئی کہ یہ آدمی رات بھر خاص کر یہ شعر اس لیے گنگناتا ہے کہ اس پر بعض ان لوگوں نے بھی زیادتیاں کی ہیں جن سے اسے امید نہ تھی۔ پس وہ شعر کو بار بار گنگنا کر اپنے کرب کو ہلکا اور غم کو غلط کرتا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لوگوں سے بے نیاز رکھا۔ مجھے ان سے کسی ظلم و زیادتی کی کوئی شکایت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف اپنا محتاج کیا ہے۔ جو بڑا انصاف پسند اور مہربان ہے۔ وہ نہ کسی پر زیادتی کرتا ہے نہ سختی۔

ابو یوسف: یہ دوسرا ہوا۔ اور تیسرا۔

ابو حنیفہ: مجھے اس کی اس بات پر بڑا تعجب ہے کہ وہ بلند آواز کے ساتھ کیوں گاتا تھا شاید اس لیے کہ چوکیداروں کو اس کا اور اس کے مکان کا پتہ چل جائے۔ میں رات کو اٹھتا تو اسے ایسے ہی سنتا۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حد درجہ مہربانی اور پردہ پوشی پر حیران ہوں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے، تو تو اس کے بندوں کا پردہ کیوں نہیں رکھ سکتا۔

(ابو یوسف اس دوران جو کچھ سنتے ہیں وہ لکھ لیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کو محسوس نہیں ہوتا وہ اپنی گفتگو میں مگن ہیں اچانک ابو یوسف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔)

ابو حنیفہ: یعقوب تم کیا کر رہے ہو؟ کیا کچھ لکھنے میں مشغول ہو؟

ابو یوسف: نہیں جناب! میں تو وہ لکھ رہا ہوں جو آپ سے سن رہا ہوں۔

ابو حنیفہ: ہوں۔ تو گویا بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

Marfat.com

ابو یوسف: جی حضور آج آپ کی بے ادبی کا مرتکب جو ہوا ہوں۔

ابو حنیفہ: آؤ! اب امیر محترم کے پاس چلیں۔

ابو یوسف: حضور! چوتھا احسان نہیں بتائیں گے تاکہ وہ بھی لکھ لوں۔

ابو حنیفہ: اب تمہارا کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ اٹھو اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

(دونوں جانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔)

(۵)

امیر کا عالیشان محل ہے ...... اس کا مصاحب حاضر ہوتا ہے ...... بھاری بھر کم تخت ہے جس پر خوبصورت گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں۔ فرش پر عمدہ قالین بچھا ہوا ہے۔ امیر بڑے تپاک سے امام ابو حنیفہ کا استقبال کرتا ہے انہیں تخت پر اپنی ایک طرف بٹھاتا ہے۔ ابو یوسف ان کے سامنے والی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔)

امیر: ابو حنیفہ تشریف آوری کا بہت شکریہ، ہزار بار شکریہ۔

ابو حنیفہ: عیسیٰ بن موسیٰ! یہ آپ کے آدمیوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔

امیر: کیا انہوں نے آپ سے کوئی بد تمیزی کی ہے؟

ابو حنیفہ: انہوں نے میرے خچر کو پکڑ لیا اور مجھے نیچے اترنے نہ دیا۔ اور پھر مجھے خچر پر سوار ہی قالین پر چلا کر لائے۔

امیر: آپ کی عزت افزائی کی خاطر یہ میں نے انہیں حکم دیا تھا۔

ابو حنیفہ: (مزاح کرتے ہوئے) ابو یوسف آؤ واپس چلیں۔ جناب امیر نے ہماری آمد پر ہی اس قدر عزت و تکریم کی ہے کہ اب ان کی خدمت میں

Marfat.com

اپنی حاجت پیش کرنے کا ہمارے پاس کوئی عذر نہیں رہا۔

امیر: (ہنستے ہوئے) جناب! ایسی کوئی بات نہیں۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہے تو ہم اسے بجالانا اپنے لیے سعادت سمجھیں گے۔ حضور! آپ بیان کریں اور حکم فرمائیں میں اور میرے آدمی آپ کے ممنون احسان ہوں گے۔

ابو حنیفہ: میں اپنے عزیز پڑوسی سے ملنا چاہتا ہوں جسے آپ کے چوکیدار نے پکڑ رکھا ہے۔

امیر: جناب! آپ کی سفارش پر ابھی عمل درآمد ہوتا ہے۔

ابو حنیفہ: کیا آپ پہلے یہ نہیں سنیں گے کہ اس کا گناہ کیا ہے۔

امیر: ہوگا اس کا کوئی گناہ۔ لیکن میں آپ کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔

ابو حنیفہ: جناب! میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔

امیر: غلام! اسے لے آؤ۔ (سپاہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو اس کے سامنے کھڑا ہے)

سپاہی: کسے جناب!

امیر: قیدیوں میں جناب ابو حنیفہ کے پڑوسی کا پوچھو اور اسے لے آؤ۔

ابو حنیفہ: اس کا نام عاصم بن عبد العزیز ہے۔

امیر: جس کا بھی نام عاصم بن عبد العزیز ہے۔ اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ جاؤ۔

سپاہی: ضرور جناب! (سپاہی جانے کے لیے نکلتا ہے)

امیر: جناب! ہمارے لائق کوئی اور خدمت؟

ابو حنیفہ: نہیں جناب۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امیر: آپ کچھ تناول فرمائیں گے۔

ابو حنیفہ: میں آج روزے سے ہوں۔

Marfat.com

امیر: جناب! آپ روزے سے نہیں ہیں۔

ابو حنیفہ: ما نیں! میں روزے سے ہوں۔

ابو یوسف: جناب امیر! آج آپ کے روزہ کا دن ہے۔

ابو حنیفہ: (ابو یوسف کی طرف ناپسندیدگی سے دیکھتے ہوئے) ابو یوسف!

امیر: جناب! ان پر ناراض نہ ہوں۔ ہم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آپ پینتیس سال سے صوم داؤدی رکھ رہے ہیں۔ آپ کے صاحب نوجوان تو کھانا تناول کریں گے۔

ابو حنیفہ: ابن موسیٰ یہ ابو یوسف ہے۔ جن دن میں روزہ رکھتا ہوں اسی دن یہ بھی رکھتا ہے اور جس دن میں نہیں رکھتا یہ بھی نہیں رکھتا۔

(سپاہی ایک آدمی کو پکڑے ہوئے آتا ہے اسے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے۔)

سپاہی: جناب! اس نام کا یہی آدمی ہے۔

امیر: حضور! یہی ہے آپ کا پڑوسی۔

ابو حنیفہ: شاید یہی ہو۔

امیر: تعجب ہے آپ اسے جانتے نہیں۔

ابو حنیفہ: میں اس کا چہرہ نہیں پہچانتا البتہ اس کی آواز پہچانتا ہوں۔

امیر: (حیران ہوتے ہوئے) اس کی آواز۔

ابو حنیفہ: ہاں جناب۔ یہ پوری رات گاتا رہتا ہے۔

عاصم: جناب امام! آپ میرا گانا سنا کرتے تھے؟ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی نہیں گاؤں گا۔

Marfat.com

ابو حنیفہ: نہیں عاصم تم گایا کرو۔ چوکیدار نے تمہیں اس وجہ سے نہیں پکڑا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میٹھی آواز سے نوازا ہے اس لیے تو تم رات کے وقت گاتے ہو اور یہ اس کی نعمت کا اظہار ہے۔

عاصم: اللہ آپ کو خیر سے نوازے۔ یعنی چوکیدار نے مجھے اس کی وجہ سے نہیں پکڑا۔

ابو حنیفہ: شاید انہوں نے تمہیں اس لیے پکڑا ہو کہ ان کے خیال میں تم علانیہ یہ تہمت لگاتے ہوئے کہ انہوں نے تمہیں برباد کر دیا حالانکہ انہوں نے تمہیں کوئی برباد نہیں کیا۔

عاصم: جناب! میں بہت برا ہوں۔

ابو حنیفہ: (بات کاٹتے ہوئے) تم گانا گا کر تسکین حاصل کرتے تھے جیسے دوسرے لوگ قرآن کی تلاوت سے تسکین حاصل کرتے ہیں۔ بولو یہی بات ہے نا۔

عاصم: ہرگز نہیں حضور۔ میں تو......

ابو حنیفہ: (بات کاٹ کر) عاصم! جھوٹ مت بولو۔ تم جانتے ہو ایک روز میں تمہارے پاس تمہیں ملنے کے ارادے سے آیا تھا تاکہ تمہیں بتاؤں کہ اگر تم اپنی یہ سریلی آواز ایک جھوٹے شعر کی بجائے قرآن پاک کی تلاوت میں استعمال کرو تو اس سے اللہ کی نعمت کا شکر ادا ہو گا؟ مگر تم نہیں ملے تھے۔

عاصم: (اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے) حضور! اس دن میں نے شراب پی رکھی تھی۔

ابو حنیفہ: (تھپکی دیتے ہوئے) عاصم! میں جانتا ہوں۔

Marfat.com

عاصم: آپ جانتے ہیں؟

ابو حنیفہ: ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ جب تم ایک برائی پر دوسری برائی کرتے تھے۔

عاصم: اللہ مجھے معاف کرے جناب (روتے ہوئے)

ابو حنیفہ: بھئی! رونے کیوں لگے ہو؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں تمہیں پریشان اور ملامت کرنے آیا ہوں۔ قسم بخدا عزیز پڑوسی! میں تو تمہیں دیکھنے اور تمہارے بارے میں تسلی کرنے آیا ہوں۔ اس لیے کہ تمہاری وہ میٹھی آواز میں نہیں سن پارہا تھا جو رات کی تاریکی میں مجھے سرور عطا کرتی تھی۔

عاصم: حضور! آپ میری حاجت روائی کے لیے مجھے ملنے آئے ہیں آپ یہ تو جانتے ہیں کہ میں پوری رات اللہ کی نافرمانی کرتا تھا۔

ابو حنیفہ: عاصم! یہ پڑوسی کا حق ہے۔ واحد اللہ کی ذات ہے جو اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کا بدلہ دیتی ہے۔ جسے چاہے معاف کردے، جسے چاہے سزا دے۔

عاصم: حضور! میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ قسم بخدا! میں ایسی سچی توبہ کروں گا کہ آپ کے پڑوس میں رہنے کا اہل ہو جاؤں۔

ابو حنیفہ: عاصم! اللہ تجھے برکت دے۔ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے جسے میں زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا۔

عاصم: جناب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ احسان اور مہربانی تو آپ نے مجھ پر کی ہے۔

ابو حنیفہ: نہیں ابن عبد العزیز میں ہر رات تمہارے لیے اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ وہ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تجھے توبہ کی توفیق بخشے۔ جب میں نے تیری آواز نہ سنی تو پتا کرانے پر معلوم ہوا کہ تم حوالات میں بند ہو۔ میں ڈرا کہ شاید میرے کسی عمل میں کوئی خرابی ہے کہ دعا قبول

Marfat.com

نہیں ہو رہی تم کیسے میرے محسن نہیں ہو۔ تمہی نے تو مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے اور وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے۔

عاصم: (روتے ہوئے) اے ابو حنیفہ، اے امام المسلمین! کیا آپ مجھ پر ایک اور احسان فرمائیں گے۔

ابو حنیفہ: ہاں عاصم! بیان کرو۔

عاصم: مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل ہے۔ تاکہ میں اسے بجالاؤں۔

ابو حنیفہ: اور اگر وہ تم پر گراں گزرے تو۔

عاصم: اگرچہ وہ گراں لگے۔

ابو حنیفہ: عاصم! اللہ کی راہ میں جہاد۔

عاصم: اللہ کی قسم! اب تو میں اللہ کی راہ میں ضرور جہاد کروں گا حتیٰ کہ جام شہادت نوش کرلوں۔

ابو حنیفہ: تم بیوی بچوں والے ہو۔ تم ان کے لیے محنت کرو۔

عاصم: لیکن میں اللہ کی راہ میں جہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔

ابو حنیفہ: بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کے لیے محنت کرنا گویا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

امیر: عاصم! جاؤ تمہیں رہا کیا جاتا ہے۔

عاصم: محترم امیر اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

امیر: جزائے خیر کے تو تم حقدار ہو۔ جس کی وجہ سے ہمیں جناب ابو حنیفہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

Marfat.com

غلام! سنو۔

غلام: جی جناب۔

امیر: عاصم بن عبدالعزیز کو ہزار درہم دے دو۔ اس رات جتنے لوگ اس کے ساتھ پکڑے گئے تھے۔ ان سب کو رہا کر دو۔

ابو حنیفہ: عیسیٰ بن موسیٰ! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔

امیر: جناب ابو حنیفہ! زندگی میں میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت اور خوش بختی کا دن نہیں آئے گا۔ اللہ کی قسم! اگر اس کے بدلے مجھے اپنی عمر بھی داؤ پر لگانی پڑے تو میں پھر بھی نفع میں ہوں گا۔

Marfat.com

عظیم امام

ایک دہ گراں، پیکر عزم واستقلال ہستی کے عفو ودر گزر کی جھلک جسے!

"اس جرم میں کہ وہ کلام الٰہی کو اس کے موصوف کی طرح ازلی اور قدیم کیوں مانتے ہیں؟ قید کیا گیا اور چار چار بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں۔ اس حالت میں انہیں بغداد سے طرطوس لے گئے اور حکم تھا کہ کسی کی امداد کے بغیر اونٹ پر سوار ہوں اور اتریں عین رمضان کے آخری عشرہ میں کوڑوں کی سزا دی گئی۔

ہر جلاد اپنی پوری قوت سے دو کوڑے لگاتا اور ہٹ جاتا اور دوسرے دو کوڑے لگانے کے لیے تازہ دم جلاد طلب کیا جاتا۔ لیکن اس عزم وثبات کے پہاڑ کو جنبش تک نہ ہوئی۔ نہ آنکھوں میں آنسو، نہ لب پہ شکوہ، اور نہ دل میں ملال۔ ہر بار اعتراف جرم کا نیا سودا۔ وقفہ ملنے پر پوری جرأت سے اعلان فرماتے۔ قرآن کلام الٰہی ہے مخلوق نہیں۔" (سنت خیر الانام:۱۷۵)

Marfat.com

7۔ عظیم امام

عباسی خلیفہ متوکل کا دربار ہے، متوکل تخت پر جلوہ افروز ہے، وزراء مملکت مسند آراء ہیں۔

(دربان یعقوب داخل ہوتا ہے۔)

متوکل: یعقوب! تمہارے پیچھے کون ہے؟

یعقوب: امیر المومنین! یہ احمد بن ابی داوٗد ہے جسے آپ کے حکم پر گرفتار کر کے لائے ہیں۔

متوکل: پھر اس نابکار کو پیش کرو۔

یعقوب: ضرور جناب!

(یعقوب باہر نکلتا ہے اور ابن ابی داوٗد کو لے کر آتا ہے۔ اسے دو سپاہی پکڑے ہوئے ہیں حاضرین مجلس کی نگاہیں اس پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔)

متوکل: اسے زمین پر دیوار کے ساتھ بٹھا دو۔

(ابن ابی داوٗد کو زمین پر ایک کونے میں دیوار کے ساتھ بٹھا دیا جاتا ہے۔ فالج کا مریض ہے حرکت نہیں کر سکتا۔)

ابن ابی داوٗد: السلام علیکم امیر المومنین!

متوکل: وعلی غیرک السلام (تیرے علاوہ پر سلام) ابو داوٗد! جناب احمد بن

Marfat.com

حنبل کے ساتھ جو تو نے برتاؤ کیا اس کے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟

ابن ابی داوَد: میرے خیال میں امیر المومنین اس سے لاعلم نہیں ہیں۔

متوکل: کیا یہ درست ہے کہ ان پر دو جلاد مقرر کیے گئے تھے اور وہ جناب امام کو اس قدر زور سے مارتے کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی۔

ابن ابی داوَد: جی ہاں۔

متوکل: کیا تمہارے خیال میں وہ اس سزا کے مستحق تھے؟

ابن ابی داوَد: جی......؟

متوکل: ان کا جرم کیا تھا۔

ابن ابی داوَد: وہ قرآن کو مخلوق نہیں مانتے تھے۔

متوکل: آیا اس سے ان کا مقصد فتنہ انگیزی تھا۔

ابن ابی داوَد: نہیں امیر المومنین! نہیں۔ وہ اجتہادی غلطی پر تھے۔

متوکل: تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ غلطی پر تھے۔ کیا تو ان سے بڑھ کر عالم دین اور سنت کا پیرو ہے؟

ابن ابی داوَد: اس عمل میں میں تنہا نہیں تھا۔ بلکہ آپ کے پدر بزرگوار امیر المومنین معتصم بھی میرے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

متوکل: کیا معتصم امام احمد سے زیادہ عالم اور فقیہ تھے؟

ابن ابی داوَد: بلکہ آپ کے چچا امیر المومنین مامون بھی ہمارے شریک کار تھے۔

متوکل: وہ امام احمد سے زیادہ کتاب و سنت کے عالم تھے؟ اس وجہ سے کہ وہ فلسفہ یونان کے سب سے زیادہ شیدائی تھے؟

ابن ابی داوَد: مملکت کے سیاسی حالات اس امر کے متقاضی تھے۔

متوکل: کونسی مملکت! ہماری مملکت یا ہمارے دشمن علویوں کی مملکت؟

Marfat.com

ابن ابی داؤد: جناب! آپ آل عباس کی مملکت۔

متوکل: اور مامون! وہی جس نے دولت عباسیہ کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور ہم سے اقتدار چھین کر آل ابی طالب کو دینے کی ناکام کوشش کی۔

متوکل: اس پر تمہیں کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ سزا تو ان مظالم پر ہوگی جو تو نے بے گناہ امام احمد پر ڈھائے اور انہیں چچا مامون، والد معتصم اور بھائی واثق کے دور میں ذلت آمیز اذیت میں مبتلا رکھا۔

ابن ابی داؤد: جناب! وہ تو آل علی کے طرفدار ہیں۔

متوکل: ہمارے سپاہیوں نے ان کے گھر کی تلاشی لی ہے، وہاں کوئی علوی نہیں ملا۔ تم ان پر تہمت لگاتے ہو۔

ابن ابی داؤد: شاید انہوں نے چھپادیا ہو یا بھگا دیا ہو۔

متوکل: خاموش رہو تم جھوٹ بکتے ہو ذلیل! خدا کی قسم! میں تمہارا باقی ماندہ مال بھی ضبط کرلوں گا اور تمہارے پاس کوڑی تک نہیں چھوڑوں گا۔

ابن ابی داؤد: امیر المومنین! خدارا ایسا نہ کیجئے، میرے حال پر رحم فرمائیں، میرے اہل وعیال کے لیے تو کچھ چھوڑ دیں۔ آپ نے جو پہلے ضبط کرلیا ہے میرے لیے وہی کافی ہے اسی صدمے سے تو مجھے فالج ہوا ہے۔ اللہ آپ کو عافیت دے اور اپنی پناہ میں رکھے۔

متوکل: یہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے میری سزا کا مزہ چکھنا ابھی باقی ہے۔

ابن ابی داؤد: جناب! ابن حنبل کے معاملہ میں مجھے تنہا سزا دینا کوئی انصاف نہیں۔

متوکل: کمینے! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے شرکاء کار مامون، معتصم اور واثق کی قبروں کو کھودا جائے۔

Marfat.com

ابن ابی داؤد: اللہ کی پناہ! میں تو آپ سے صرف معافی کا خواستگار ہوں۔ اور مجھے آپ سے معافی کی ایسے ہی امید ہے جیسے ان کے بارے میں اللہ سے معافی اور بخشش کی امید ہے۔

(یعقوب داخل ہوتا ہے۔)

یعقوب: حضور! جناب احمد بن حنبل تشریف لے آئے ہیں۔

متوکل: تو پھر انہیں اندر لے آئیں۔

(یعقوب باہر نکلتا ہے۔)

متوکل: تجھے جناب احمد بن حنبل کے سپرد کر دوں تاکہ وہ میرے بارے میں خود فیصلہ فرمائیں کیا تمہیں منظور ہے؟

ابن ابی داؤد: آپ صاحب اختیار ہیں۔ چاہیں تو خود عدل کریں چاہیں دشمن کے حوالے کر دیں۔

متوکل: کیا تو ان کو اپنا فیصل نہیں بنانا چاہتا۔

ابن ابی داؤد: امیر المومنین! میں تو صرف آپ کا فیصلہ چاہتا ہوں۔

متوکل: اب تم بالکل خاموش ہو جاؤ اور منہ سے کوئی لفظ نہ نکالنا۔

(جناب امام احمد بن حنبل دربار میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ خلفیہ اور اس کے حاشیہ نشین تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ متوکل انہیں اپنی ایک طرف بٹھاتا ہے۔)

متوکل: خوش آمدید ابو عبد اللہ! آپ بڑے بلند حوصلہ اور وسیع الظرف اور فراخ دل انسان ہیں۔

احمد: اللہ تعالیٰ آپ کی صلاح فرمائے۔ آج آپ کا حکم پہنچا سو تعمیل حکم کے

Marfat.com

لیے آپ کے پاس چلا آیا۔ جناب! میرے لائق کوئی خدمت۔

متوکل: ابو عبداللہ! معلوم ہوا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ چاہتا ہوں آپ سے اس کی وجہ پوچھوں۔

احمد: کیسی ناراضگی۔ امیر المومنین!

متوکل: آپ ہماری مجلس کو رونق بخشنا ناپسند کرتے ہیں۔

احمد: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو بلا ضرورت آنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کے کام میں خلل نہ پڑے۔

متوکل: بلکہ آپ نے اب بھی بغداد سے ہمارے پاس آنا پسند نہیں کیا۔

احمد: سفر کی صعوبت سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے تھوڑی سی پس و پیش کی۔ بوڑھا جو ہو گیا ہوں۔

متوکل: بڑے برے نکلے ہیں سپاہی۔ انہوں نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ آپ میرے ساتھ ملنا اور مجھ سے کوئی شے لینا ناپسند کرتے ہیں۔ ورنہ میں سفر کی مشقت دور کرنے کے لیے آپ کے لیے سواری کا بندوبست کر دیتا۔

احمد: یہ خبر بھی بالکل ویسی ہے جیسی اس سے قبل آپ کو میرے گھر کے متعلق ملی تھی کہ میں نے آپ کے دشمن کو پناہ دے رکھی ہے۔

متوکل: ہاں...... جناب ابو عبداللہ! بندہ سے درگزر فرمائیں کہ میں نے خواہ مخواہ آپ کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔

احمد: امیر المومنین! میں نے تو آپ کے کہنے سے پہلے ہی درگزر کر لیا ہے۔

متوکل: وہ ھدیہ جو میں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ آپ نے اس میں اپنے لیے کچھ نہیں لیا بلکہ تمام کا تمام فقراء اور مساکین میں بانٹ دیا ہے۔

Marfat.com

احمد: میں نے انہیں اپنے سے زیادہ ضرورت مند سمجھا اس لیے اسے ان پر صدقہ کر دیا۔ اس سے خدا کی قسم آپ کو ناراض کرنا مقصود نہیں تھا۔

متوکل: مجھے تو اس سے تکلیف ہوئی ہے۔

احمد: (مزاح کرتے ہوئے) یاد ہے؟ آپ نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ اس کے پاس تو پھر بھی ناراضگی کا جواز تھا...... آپ کے پاس تو کوئی جواز نہیں۔

متوکل: ابو عبد اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ قسم بخدا۔ میں آج کے بعد کسی چغلخور کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔

احمد: اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے۔

متوکل: آپ نے مجھ سے تو درگزر فرمالیا ہے۔ لیکن میرے باپ معتصم کو بھی معاف فرمائیں گے۔

احمد: میں نے تو انہیں بھی معاف کر دیا ہے۔

متوکل: ابو عبد اللہ! کیا یہ سچ ہے کہ میرے بارے میں آپ کے دل میں کوئی میل نہیں رہا۔

احمد: صرف آپ ہی نہیں بلکہ اذیت دینے والوں میں کسی کے بارے میں بھی میرے دل میں کوئی رنجش نہیں۔ میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔

متوکل: اس لعین مجرم کو بھی۔ (ابن ابی داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

احمد: (متوکل کے اشارے کی طرف دیکھتے ہوئے) امیر المومنین! یہ کون ہے؟

متوکل: اسے آپ نہیں جانتے۔ یہ آپ کا دشمن احمد بن ابی داؤد ہے۔

احمد: اب یہ میرا دشمن نہیں رہا۔ میں نے اسے درگزر کرتے ہوئے معاف کر

Marfat.com

دیا ہے۔

متوکل: یعقوب!

یعقوب: حاضر، جناب!

متوکل: اس نامراد کو اس کے گھر چھوڑ آؤ۔

ابن ابی داؤد: (باہر لیجانے کے لیے دو سپاہی اسے پکڑتے ہیں) امیر المومنین! ابو عبداللہ نے میرے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے۔

متوکل: دفع ہو جاؤ۔ تو نے انہیں اپنا فیصل ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اب تیرا فیصلہ میں خود ہی کروں گا۔

ابن ابی داؤد: امیر المومنین مجھ پر رحم کریں اور میرے معاملہ کو ان کے سپرد ہی کریں۔

(سپاہی ابن ابی داؤد کو لے کر باہر نکلتے ہیں۔ وہ چیختا، چلاتا اور فریاد کرتا ہے)

احمد: امیر المومنین! اس کی کیا خطا ہے، کیا ابن ابی داؤد نے کوئی غلطی کی ہے۔

متوکل: میں اس سے آپ کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن آپ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اس لیے میں نے اسے واپس گھر بھیجنے کا حکم دے دیا ہے۔

احمد: اللہ تعالیٰ آپ کو عزت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پس جو معاف کر دے اور اصلاح کر دے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ذمہ کرم پر ہے۔

متوکل: ابو عبداللہ! یہ وہی بدذات ہے جس نے آپ کو مصائب میں مبتلا کیا اور آپ ظلم و ستم ڈھائے۔ اور میرے باپ اور چچا کو آپ کو اذیت دینے پر برانگیختہ کیا۔

احمد: (عاجزی سے ہاتھ بلند کرتے ہوئے) یا اللہ! ابن ابی داؤد کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اس کی توبہ کو شرف قبولیت عطا کر۔

Marfat.com

متوکل: ابو عبداللہ! آپ اس کے لیے دعا کرتے ہیں؟ ایک فاسق مجرم کیلئے؟

احمد: (اپنی دعا جاری رکھتے ہوئے) اے اللہ! اگر تو امت محمدیہ کے گنہگاروں سے فدیہ کو قبول کرتا ہے تو مجھے ان کے لیے فدیہ بنا لے۔

(حاضرین مجلس پر گہرا خشوع طاری ہو جاتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ کچھ وقت کے لیے مکمل سکوت چھا جاتا ہے)

متوکل: ابو عبداللہ! ہم آپ کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں "سر من رای" میں قیام کر کے شرف میزبانی نہیں بخشیں گے۔

احمد: اگر آپ مجھ پر مہربانی کریں اور مجھے بغداد میں اپنے گھر واپس لوٹنے کی اجازت دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

متوکل: میرے پاس رہنے سے اعراض کر رہے ہیں یا جناب کو اپنی خدمت میں میری کسی کوتاہی پر کوئی شکایت ہے؟

احمد: سچ بات یہ ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ آپ مجھ پر اپنے باپ معتصم سے بڑھ کر سخت ثابت ہوں۔

متوکل: وہ کیسے؟ ابو عبداللہ!

احمد: کل آپ کے باپ نے دین کی آزمائش میں ڈالا تھا۔ اور آج آپ مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر عنایت کی بارش کر کے مجھے دنیا کی آزمائش میں ڈال رہے ہیں۔ پہلی آزمائش تو میں سرخرو ہو گیا ہوں۔ البتہ ڈر ہے کہ اس دوسری آزمائش میں سرخرو نہیں ہو سکوں گا۔

متوکل: میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ جیسے آپ کی خوشی۔

Marfat.com

احمد: (خوش ہو کر) اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، اور خیر و بھلائی کی توفیق دے۔

متوکل: اپنے جانے سے پہلے آپ مجھے کوئی نصیحت ہی فرمائیں۔ جو میرے لئے تاحیات خضر راہ کا کام دے۔

احمد: اے اللہ کے بندے! سفر قریب ہے، راستہ طویل ہے، زادِ راہ قلیل ہے۔

متوکل: (روتے ہوئے) واقعی! اے بندۂ خدا سفر قریب ہے، راستہ طویل ہے، زادِ راہ قلیل ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

عدل وانصاف

بنو عباس کے ایک روشن کردار کی رعایا پروری کی ایک مثال۔ جس کے بارے میں عبداللہ بن طاہر بیان کرتے ہیں۔

''میں ایک دن مامون الرشید کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ انہوں نے اپنے نوکر کو آواز دی۔ اے لڑکے! مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے دوبارہ آواز دی تو ایک ترکی لڑکا بڑبڑاتا ہوا نکلا اور تند لہجے میں کہنے لگا۔ ''جب کبھی ہم آپ کے پاس سے نکلتے ہیں آپ لڑکے لڑکے پکارنے لگتے ہیں۔ آخر ہم کب تک یہ لڑکے لڑکے کی آواز سنتے رہیں گے۔''

مامون نے یہ سن کر گردن جھکالی۔ یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس لڑکے کی خیر نہیں۔ ابھی مجھے اس کے قتل کا حکم ملتا ہے۔ لیکن چند لمحوں بعد مامون نے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔

''عبداللہ! اگر کوئی شخص اپنے اخلاق اچھا رکھنے کی کوشش کرے تو اس کے نوکروں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور اگر اس کے اپنے اخلاق خراب ہو جائیں تو اس کے نوکر خوش خلق ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم یہ ہرگز گوارا نہیں کریں گے کہ اپنے نوکروں کے اخلاق سنوارنے کے لئے اپنا مزاج بگاڑ لیں۔

(الیواقیت العصریہ: ۱۴۲)

Marfat.com

۸۔ عدل وانصاف

عباسی خلیفہ مامون کا دربار عام لگا ہوا ہے۔ خلیفہ اپنی مسند پر رونق افروز ہے۔ مظلوم اپنی شکایات اور فقیر اپنی حاجات پیش کر رہے ہیں۔ خلیفہ اپنے دربان حمزہ سے کہتا ہے۔

مامون: اور تم حمزہ! دروازے پر دیکھو آیا کوئی مظلوم، سائل باقی تو نہیں رہ گیا۔ مجلس برخاست کرنے سے پہلے اسے میرے روبرو پیش کرو۔

(ایک لمحہ بعد)

حمزہ: امیر المومنین دروازے پر ایک عورت ہے۔ محسوس ہوتا ہے دور سے سفر کر کے آئی ہے۔ اور بیچاری کا بوسیدہ سا لباس ہے۔

مامون: اسے فوراً اندر بلاؤ۔

عورت: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ امیر المومنین!

مامون: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ خاتون!

عورت: میں آپ کے پاس ایک ضرورت کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔

مامون: تم اپنی ضرورت بیان کرو۔

عورت: آپ ایک منصف مزاج اور نیک سیرت حکمران ہیں۔ آپ کے انصاف کی روشنی سے ملک کے درودیوار روشن ہیں۔ میں ایک مظلوم اور بے بس عورت ہوں۔ جس کے غریب خانے پر ایک ظالم حملہ آور ہوا۔ سرمایہ لوٹ لیا۔ اثاثہ چھین لیا اور بچوں اور گھر والے کو مجھ سے جدا

Marfat.com

کر دیا۔ سو عدل و انصاف کی خواستگار ہوں۔

مامون: صبر و تحمل سے کام لو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس میں کسی سے کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ عصر کی اذان ہو رہی ہے۔ اب تم جاؤ اور کل اپنے ملزم کو ساتھ لے کر آنا۔ ہم تمہیں اس سے انصاف دلائیں گے۔

(اگلے دن مامون پھر دربار لگاتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کی داد رسی کی جاسکے جن کے ساتھ گزشتہ دن وعدہ کیا تھا۔ خلیفہ کے ایک پہلو میں اس کا بیٹا عباس بیٹھا ہے۔ دربار میں آج سب سے پہلے وہی عورت آئی جو کل انصاف کے لئے آئی تھی۔)

عورت: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ امیر المومنین!

مامون: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ خاتون محترم، ہاں تو تم آگئی ہو۔

عورت: امیر المومنین! مظلوم کا کام آنا ہی تو ہے۔

مامون: اپنا حق ملنے تک وہ معذور ہے۔

عورت: امیر المومنین نے مجھ پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم پر ہمدردانہ غور فرمایا ہے؟

مامون: لیکن تمہارا ملزم کہاں ہے؟

عورت: (خاموش رہتی ہے)

مامون: تم خاموش کیوں ہو؟ بولتی کیوں نہیں؟

عورت: امیر المومنین! میرا ملزم آپ کے دربار میں اس وقت موجود ہے۔ لیکن اس کا نام لینے سے ڈرتی ہوں۔

مامون: اللہ کی بندی! وہ کون ہے؟ بتاؤ۔ ڈرو مت۔ تم مامون کے دربار میں

Marfat.com

کھڑی ہو۔

عورت: امیر المومنین! میرا ملزم آپ کا اپنا بیٹا ہے جو آپ کے پہلو میں بیٹھا ہے۔

مامون: میرا بیٹا عباس؟

عورت: ہاں امیر المومنین! یہی مجھ پر ستم ڈھانے والا ہے۔

مامون: عباس! عورت کے ساتھ کٹہرے میں جا کر بیٹھو۔

عورت: امیر المومنین! عار محسوس کر رہا ہے..... آپ کا بیٹا جو ہوا۔

مامون: (غصے سے) عباس! عورت کے ساتھ کٹہرے میں جا کر بیٹھو۔ وگرنہ میں سپاہی کو حکم دوں گا کہ تمہیں پکڑ کر اس میں بٹھائے۔

عورت: (بلند آواز سے) مجھ پر ظلم کرتا ہے، اور اب کٹہرے میں بیٹھنا گراں سمجھتا ہے۔

حمزہ: عورت! تم امیر المومنین کے سامنے ہو اور ان سے بات کر رہی ہو اس لئے اپنی آواز دھیمی رکھو۔

مامون: (غصے سے) حمزہ خاموش ہو جاؤ۔ اسے بولنے دو۔ خاتون! عباس نے تمہارے ساتھ کیا زیادتی کی ہے۔

عورت: اس نے میرا مال غصب کیا ہے۔ میرے شوہر اور بچوں کو مجھ سے جدا کر دیا ہے۔

مامون: عباس! واقعی تو نے عورت کے ساتھ ایسا کیا ہے۔

عورت: امیر المومنین! یہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اس نے انکار کیا تو میرے پاس اس کے ہر کوتوت پر گواہی موجود ہے۔

مامون: عباس! تم خاموش کیوں ہو؟ الزام کا جواب دو۔

عورت: حق کی آواز اس کی آواز سے بلند ہے۔ اسی لئے تو وہ خاموش ہے۔

Marfat.com

حمزہ: عورت! اپنی حد میں رہو۔ مت بھولو کہ وہ امیر المومنین کا بیٹا ہے۔

مامون: (طیش میں آکر) حمزہ چپ رہو۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اللہ کی قسم! یہ حق ہی ہے جس نے ایک عورت کو بولنے کی جرأت عطا کی ہے اور امیر کی زبان کو گنگ کر دیا ہے۔

عورت: امیر المومنین! اس کی خاموشی میری سچائی پر واضح اور روشن دلیل ہے۔

مامون: اللہ کی بندی! میں تیرا غصب شدہ سامان واپس کرنے کا حکم دیتا ہوں اور تمہارے شہر کے عامل کے نام حکم نامہ جاری کرتا ہوں کہ تجھے تیرا مال واپس لوٹائے اور تیرا بخوبی خیال رکھے اور جو تمہارا نقصان ہوا اسے شاہی خزانہ سے پورا کرے۔ عباس نے تم پر جو ظلم کیا ہے اسے اس کی پوری پوری سزا دی جائے گی۔ دربان! حمزہ! اس عورت کو بیت المال کی طرف لے جاؤ اور نگران سے کہو کہ اسے اس قدر زادِ راہ دے دو جس سے یہ آسانی اور عزت کے ساتھ اپنے گھر لوٹ سکے۔

Marfat.com

کتابِ رشد وہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول ﷺ پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز

اور عوام وخواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

مژدۂ جانفزا

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

Marfat.com